سیرت پیمبر کی مقبول لائبریری

سنجیدہ اور سلفیتہ انداز میں
سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے
مختلف پہلوؤں کا خلاصہ اور عطر

ڈاکٹر آصف قدوائی
(ایم۔اے) پی۔ایچ۔ڈی

مقدمہ
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مجلس نشریات اسلام ۱۔کے۔۳۳ ناظم آباد ۱ کراچی

مجلد

سلسلۂ مطبوعات
۲۲

مقالاتِ سیرت

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ

مصنفہ
ڈاکٹر محمد آصف قدوائی
ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی

ناشر
فضلِ ربّی ندوی
مجلسِ نشریاتِ اسلام ۱۸/۱ کراچی
۱۸/۱ کے۔ ۳۔ ناظم آباد مینشن
نزد برف خانہ ناظم آباد ۱

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: DB0428
MAIL SI

جملہ حقوق طباعت واشاعت پاکستان میں
بحق فضل ربی ندوی
محفوظ ہیں

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

نام کتاب .. .. مقالات سیرت
مصنف .. .. ڈاکٹر محمد آصف قدوائی ایم اے پی ایچ ڈی
سال اشاعت ۱۹۷۷ء
تعداد .. .. بارہ سو
کتابت .. .. انوار ہاشمی
مطبوعہ .. .. تنویر پریس
قیمت مجلد مع گرد پوش .. .. .. -/۱۸ روپے

Masood Faisal Jhandir Library

ناشر
فضلِ ربی ندوی
مجلس نشریات اسلام
۱/کے ۳۰- ناظم آباد مینشن ناظم آباد ۱ کراچی

فہرست

نمبر شمار		صفحات
۱	تعارف و پیش لفظ — از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۵
۲	پہلا مقالہ — اسلام میں نبوّت کا تصوّر	۱۲
۳	دوسرا مقالہ — حیاتِ طیّبہ (۱)	۳۹
۴	تیسرا مقالہ — حیاتِ طیّبہ (۲)	۷۳
۵	چوتھا مقالہ — معجزے	۱۰۷
۶	پانچواں مقالہ — خُلقِ عظیم	۱۲۷
۷	چھٹا مقالہ — پیغمبرِ اسلام اور تلوار	۱۶۱
۸	ساتواں مقالہ — کامیاب ترین پیغمبر	۱۸۴
۹	آٹھواں مقالہ — سرورِ کائنات	۲۰۶
۱۰	ضمیمہ ۱ — چند خطبے	۲۲۵
۱۱	ضمیمہ ۲ — حدیثیں	۲۳۶
۱۲	ضمیمہ ۳ — دعائیں	۲۴۳

۴

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا

(خدایا اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو داروگیر نہ فرما۔)

محمد آصف قدوائی

کچہری روڈ۔ لکھنؤ

۱۴ر جولائی سنہ ۱۹۵۹ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف و پیش لفظ

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

نوع انسانی کے پاس خالق کائنات کے عطیوں اور صنعتوں میں سے سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ باوقار، سب سے زیادہ طاقتور، سب سے زیادہ پر فیض عطیہ اور شاہکار ان پیغمبروں کی سیرت اور ان کا اصلاحی کارنامہ ہے جن کو وہ وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں میں پیدا کرتا رہا ہے۔ انسانیت کی عزت و آبرو انہی کے سیرتوں سے قائم ہے، اگر انسانیت کے مرقع سے ان کو علیحدہ کر دیا جائے تو دنیا کی تاریخ نائے و نوش، ہوا و ہوس، خود غرضی و خود مطلبی، جنگ و جدال، اوہام و خرافات، اور جہالت و ضلالت کی داستان بن کر رہ جاتی ہے۔ جس میں کہیں کہیں رشد و ہدایت کے دیئے ٹمٹماتے نظر آتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی تحقیق کی جاتی ہے تو ان کی روشنی کی تاریخ بھی کسی پیغمبر برحق کی تبلیغ و ہدایت اور مجدد جہد سے وابستہ نظر آتی ہے۔ ان چراغوں کی حقیقت بھی گمراہی اور جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں اس سے زیادہ نظر نہیں آتی کہ برسات کی اندھیری رات میں

کچھ جگنو اڑتے اور چمکتے نظر آتے ہیں، ایسی ہدایت اور رہنمائی جس سے انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے منزل کی راہ پائیں اور تہذیب و تمدن کے ڈوبتے ہوئے سفینے کنارے لگ جائیں، صرف پیغمبروں ہی کے یہاں نظر آتی ہے۔

آج بھی دنیا میں جو اخلاقی حقیقتیں زندہ موجود ہیں، انسانوں کے پاس بدی سے لڑنے، نفس پر قابو پانے اور گناہ سے بچنے کی جو اندرونی طاقت نیک و بد، ظلم و عدل اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کا جو ملکہ اور انسانوں کی بے لوث خدمت کرنے کا جو جذبہ پایا جاتا ہے وہ انہی پیغمبروں کی قربانی و جد و جہد کا نتیجہ ہے جنھوں نے ناموافق ترین حالات میں خدا کے احکام کو پہنچایا اور بار بار انسانیت اور انسانی تہذیب و تمدن کو ہمیشہ کی تباہی اور ہلاکت سے بچایا اور انسانیت کو نئی زندگی بخشی، حیوانیت پر انسانیت کی دوبارہ فتح کے لئے ان کی تعلیمات سے بہتر تعلیمات اور ان کی نظیر سے زیادہ شاندار نظیر نہیں مل سکتی۔ آج جبکہ انسانیت کو پھر یہ معرکہ درپیش ہے اس سے زیادہ کوئی مفید کام نہیں کہ ان کی سیرت اور تعلیمات کو دوبارہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور اس پر خود چلنے کی کوشش اور دوسروں کو چلانے کی جد و جہد کی جائے۔

ان پیغمبروں میں (اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہو ان پر) کامیابی سب سے زیادہ جس کے نصیب میں آئی اور جغرافیائی و تاریخی وسعت کے لحاظ سے انسانیت اور تہذیب و تمدن کے سب سے بڑے رقبے کی رہنمائی جس کے سپرد فرمائی گئی وہ بلاشبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ گروہ انبیاء میں سے صرف آپ ہی کی سیرت اور زندگی اس وقت محفوظ اور دنیا کی رہنمائی اور دستگیری کے لئے ہر جگہ موجود ہے۔ یہ انسانیت کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ اس میں پیغمبروں کی سیرتوں کا عطر، آسمانی تعلیمات و ہدایت کا جوہر اور اخلاق و

روحانی طاقت کا سب سے بڑا خزانہ پوشیدہ ہے۔ اس کو پڑھ کر خدا کی ہستی اور اس کی مدد کا یقین پیدا ہوتا ہے۔ ناموافق ترین ماحول اور حالات میں بدی اور ظلم کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ ابھرتا ہے اور انسانیت کو اپنے وجود پر بجائے شرم کے فخر محسوس ہوتا ہے اور اگر مذہبی تعصب اور قومی تکبر آڑے نہ آئے تو ساری دنیا اس سے نئی زندگی، نیا یقین، نئی روحانی لذت، نیا عزم و حوصلہ اور راز سر نجات کا راستہ حاصل کر سکتی ہے۔ اس لئے اس کی اشاعت سے زیادہ کوئی مفید کام نہیں۔

سیرت محمدی کے موضوع پر دنیا کی مختلف زبانوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا شمار کرنا مشکل ہے۔ سیرت کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جس پر روشنی نہ ڈالی گئی ہو، اردو زبان اس باب میں امتیاز خاص رکھتی ہے کہ سیرت کی بعض مستند و وسیع ترین اور موثر ترین کتابیں اس میں لکھی گئیں اور دوسری اسلامی زبانوں میں ان کے ترجمے ہوئے۔

زبان و ادب اور خود انسانی ذہن تغیر پذیر ہے، تمدنی و سیاسی انقلابات و تغیرات نئے نئے مسائل و سوالات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ کچھ مدت پیشتر جن سوالات و مسائل کی بڑی اہمیت تھی اور سیرت نگاروں نے ان کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا، آج ان میں وہ اہمیت و جاذبیت نہیں ہے، اور دنیا کا ذہن ان کے جواب و تشریح کا مطالبہ نہیں کرتا۔ آج کچھ نئے مسائل و سوالات پیدا ہو گئے ہیں جس کی طرف توجہ کرنا اور یہ دکھانا کہ سیرت محمدیؐ اس باب میں کیا رہنمائی کرتی ہے سیرت نگار کے لئے ضروری ہے، پھر یہ زمانہ سرعت و عجلت کا ہے، سیرت کی ضخیم کتابوں کا پڑھنا اس زمانے کے مصروف و تیز رو انسان کے لئے دشوار ہو گیا ہے، ان تمام حالات کا تقاضا تھا کہ سیرت پر ایک مفصل و ضخیم تصنیف کے بجائے تعلیمیافتہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے سیرت کے مختلف پہلوؤں پر سنجیدہ

شگفتہ انداز میں لکھا جائے اور سیرتِ محمدی کا خلاصہ و عطر پیش کر دیا جائے اور دنیا کو یہ بتایا جائے کہ بیسویں صدی کی دنیا کے لئے اس کے پاس کیا پیغام ہے اور انسانی زندگی کی تشکیل اور سیرت و کردار کی تعمیر میں کیا محل و مقام ہے، اس اہم کام کے لئے ایک ایسے صاحبِ علم کی ضرورت تھی جو سیرت کے مطبوعہ ذخیرہ کا صبر و ہمت سے جائزہ لے جس کا عقیدت مند دل اور ہوش مند دماغ اس کے انتخاب و تلخیص میں پورا تعاون کریں، وہ نئے ذہن، نئے طرزِ فکر اور نئے طرزِ تحریر سے پورے طور پر واقف ہو، وہ اپنے مطالعہ و فکر کا نتیجہ ایسے مضامین کی شکل میں پیش کر دے جن میں علم کی سنجیدگی، ادب کی شگفتگی، مطالعہ کی وسعت، دلائل کا وزن، محبت کی چاشنی پہلو بہ پہلو ہوں کہ جس حیاتِ طیبہ اور اُسوۂ کاملہ سے ان کو نسبت ہے ان سے دل و دماغ دونوں اپنی مراد پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے ڈاکٹر محمد آصف کا انتخاب فرمایا، ڈاکٹر محمد آصف کا تعلق بارہ بنکی کے اس نامور قدوائی خاندان سے ہے جو اپنی دماغی و عملی صلاحیتوں کے لئے صرف اودھ ہی میں نہیں سارے ہندوستان میں مشہور رہے۔ ان کی پرورش بھیارہ (ضلع بارہ بنکی) کے ایک زمیندار خاندان میں ہوئی جو دنیاوی وجاہت و ثروت کے ساتھ علم و ادب کا بھی ذوق رکھتا تھا اور اپنی وضعداری اور خاندانی روایات کی بنا پر اپنے جوار میں خاص وقار و امتیاز کا مالک ہے۔ محمد آصف صاحب ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے، ۱۹۴۲ء میں ۲۳ سال کی عمر میں ایم۔ اے کیا، پھر ۱۹۴۶ء میں سیاست میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی۔ ان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ لندن کے مشہور فاضل و محقق پروفیسر لاسکی کو جانچنے کے لئے بھیجا گیا، انھوں نے پرزور الفاظ میں اس کی تعریف اور صاحبِ مقالہ کے لئے ڈاکٹریٹ کی سفارش کی۔

[illegible] اپنی طبعی رفتار سے چلتا رہتا تو عوام نہیں ہمارے عزیز فاضل دوست
[illegible] صاحب آج کس کی انوار اور مادی امتیاز پر فائز ہوتے اور ان کا کیا مشغلہ
[illegible] کیا ہوتا۔ بہرحال یہ بات ہے اور خدا کی حکمت کو کوئی نہیں جانتا۔ ان کے لئے
[illegible] پیدا کئے گئے کہ وہ دنیا کے تمام کاموں سے یکسو ہو کر علم و تعلیم اور اس
[illegible] خدمت دین کے لئے وقف ہو جائیں۔ جس مرنجی مرنج نے ۱۸۸۷ء میں علیگڑھ
[illegible] کالج کی بنیاد رکھی اور اس کی ترقی اور انتظام کی ذمہ داری اپنے اوپر لی
[illegible] اس کی ذات سے بڑھ کر اس کالج کا اور کون مستحق ہو سکتا ہے۔ اس کالج کی
[illegible] ہمیشہ ہی ایسے اشخاص کی ضرورت رہی ہے جو اپنی زندگی کو اس کے لئے
[illegible] کر دیں۔ اس کالج کی تاریخ میں ایسے اشخاص کی کمی نہیں ہے۔ ان میں
[illegible] ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اس کالج کی خدمت میں صرف کیا

ان کے قلم میں پختگی اور شگفتگی دونوں موجود ہیں۔

محمد آصف صاحب نے جب سے کام شروع کیا تو دو اور آٹھ کے سارے ذخیرہ کو جو سیرت سے متعلق تھا کھنگال ڈالا۔ انھوں نے جس طرح ردو میں سیرت کی مستند اور غیر مستند کتابیں پڑھیں اسی طرح سیرت پر انگریزی مصنفین سے بھی استفادہ کیا۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ اس کا بھی جائزہ لیا انھوں نے اپنی قلم کو صرف زندگی و حیات طیبہ پر کھنچا نہیں کیا بلکہ ان تمام مسائل پر بھی قلم اٹھایا جو ایک کامل زندگی اور کامل تعلیم کی پیش کش کے طالب ہیں۔ ان کا مقصد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ایک آئیڈیل کی حیثیت سے آپ کے سامنے پیش کرنا تھا۔ آپ کے پیغام کو آپ کی پیش کی ہوئی تعلیم کو اور دنیا کی ہر قوم پر اس کے اثرات کو بھی دکھانا تھا کہ یہ اس نبی اعظم اور اس عظیم دور کی کیا خدمات ہیں اور کس حد تک کرتا ہے اور کس حد تک ہیں۔ بلکہ یہ بھی ان سے ظاہر کرنا تھا کہ کن کن باتوں میں ان کی ایک بڑی اہمیت یہ ہے کہ وہ اپنے ماحول اور زمانہ سے بہت آگے تھے اور ان کی بہت سی باتیں کا کہ ان کے زمانہ میں کسی کو سمجھ میں نہ آسکی تھیں پر زمانہ اور اس کے سائنس نے آکر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ غرض شیخ صاحب نے کوشش کی ہے۔

ایسے موضوع پر جس پر اس سے پیشتر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے کوئی نئی بات کہنی مشکل ہے مثلاً یہ بات کہ "آپ عرب اور عجم پر" اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس کے بعد اس میں نئی بات کہنا بہت مشکل ہے۔ ایک بھی آصف صاحب نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ زور

پہلا مقالہ

اسلام میں نبوت کا تصور

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

(اے نبی) کہہ دو کہ میں تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں
فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔"

(قرآن: حم السجدہ)

دنیا کو وجود میں آنے کے بعد اس کی ہدایت خدا وند کریم نے اپنے پاکیزہ اور مقبول بندے بھیجے ان سچے اور اچھے لوگوں کو پیغمبر یا نبی یا رسول کہتے ہیں جو ان کو تعلیم دیتا تھا وہ خدا کی تعلیم دوسرے انسانوں تک پہنچاتے تھے۔

آج دنیا میں نیکی اور پاکیزگی کی جو کچھ شعاعیں پائی جاتی ہیں وہ ان ہی مقدس ہستیوں کی عنایت کی بدولت ہیں۔ خدا کی عظمت کا احساس، اچھے برے کی تمیز، عدل و انصاف کی قدر، سچائی کی محبت، بھلائی اور نیکوکاری کا جذبہ، یہ اور اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جن کا سرچشمہ یہ مقدس ہستیاں ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسے محسوس نہ کیا جائے یا اس کا اعتراف نہ کیا جائے۔

تمام پیغمبر اپنے عہد کے بہترین انسان تھے خدا ان سے راضی تھا وہ خدا سے راضی تھے۔

کی گئی ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا — "اور ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے"

(الحجر: ۱۶)

وَإِنَّ لَهُمْ لَعَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ — "اور بیشک ان کے لئے اس کے علاوہ بھی عذاب ہے"

وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ — "اور ہم نے ان کو برگزیدہ کیا اور سیدھی"

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (انعام) — راہ پر چلایا۔"

دوسرا فرق یہ ہے کہ ان آیات میں ستاروں کو ہدایت کا ذریعہ نہیں بتایا گیا ہے جبکہ دوسری آیات میں ہدایت ربانی کے تابع ہوتے ہیں۔ ستاروں کی کوئی ذاتی تاثیر نہیں ہوتی اور کرتے وہی ہیں جس کا انہیں خدا کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ — اور وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ — بلکہ وہ کلام ہے جو ان پر نازل کیا جاتا ہے"

(النجم: ۳، ۴)

خدا اور انبیاء کے درمیان یہ ہم آہنگی اور مطابقت کا رشتہ ہوتا ہے جو ہدایت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ فرمانبرداری ایک ایسے شاہراہ اور راستے کی طرح ہے جس کے ذریعہ ہم اس کے منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ — "ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو"

(القرآن: نمبس) — بزرگ اور نیک ہیں۔

وَيَدُونَ مَلَائِكَةً كِرَامًا كَاتِبِينَ — "فرشتے ہیں جو لکھنے والے ہیں"

وَيَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ (انفطار) — "تمہارے کاموں کو جانتے ہیں"

ان احکام کو وحی کہتے ہیں

"اصطلاحِ شرع" میں وحی کے معنی ہیں وہ خاص علم جو غیر معمولی طریقہ سے حاصل ہو۔ وہ طریقہ کلام ہو، پیغام ہو، دل میں ڈالنا ہو، خواب ہو یا کچھ اور۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وحی ایک شخص کا دوسرے شخص کو اپنا مدعا سمجھا دینا ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وحی کے الفاظ صرف یہ ہیں یا اس طرح ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ اپنے پیغمبروں پر اتارا کرتا تھا۔

یہ سب باتیں ہمارے لئے کوئی نئی نہیں ہیں۔ ان سے ہمارا دل گھبرا نہیں سکتا۔ ہمارے خیال میں اگر کوئی نبی خدا کی طرف سے کسی ایسی بات کے منسوب کرنے کا ارادہ کرے جو اس کی طرف سے نہ ہو تو فوراً اس کے کہ وہ اس پر عمل کر سکتا خدا اس کا ہاتھ کاٹ دیتا!

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ	اور اگر وہ کوئی جھوٹ اپنی طرف سے
لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا	ملا کر کہتا تو ہم اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور
مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ	اس کی گردن کی شہ رگ کاٹ ڈالتے
عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝	پھر تم میں سے کوئی اس کو ہم

(القرآن: حاقہ) سے باز نہ رکھ سکتا۔

وحی کے معنی اور تشریح کے بعد ہم نبی کی ضرورت کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ ہر

وَمَا يَفْتَخِرُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ "اور کچھ نہیں جس پر اللہ فخر کرے"

وَاحِدَةٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ تو کیا کوئی ایک بھی

مِنْهُ اَنْ يَّجْعَلَ لَهٗ شَرِيْكًا کہ اللہ کا شریک ٹھہرائے

اَوْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ نِدٌّ یا اس کا کوئی ہمسر ہو

مِنْ خَلْقِهٖ مِنْ اَحَدٍ مخلوق میں سے

نہ ہو سکیں گے۔

انبیاء کے سامنے نہ ابوطالب جیسی چچی نہ حسب مال، اپنی عزیز المثال بیوی کے سامنے میں وہ عزت، شہرت، ثروت، حکومت اور مال و دولت کے بجائے اپنی قوم کی اور پر ہیزگاری مانگتے تھے۔ ان کا کام محض اللہ کے لئے اور اللہ کا پیغام تھا جس کا مستقبل اللہ کے پاس تھا۔

لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِمَا لَمْ يَاْتِكُمْ بِهِ میں تمہارے پاس وہ چیز لایا ہوں

اَحَدٌ اِنَّمَا يُرِيْدُ اَنْ يُّكْرِمَهٗ جو کسی نے تمہارے پاس نہیں لائی

فَطَرَنِيْ۔ (القرآن: ہود) مجھے پیدا کیا"

يَقُوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اے میری قوم میں تم سے اس پر

مَالًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ کوئی مال نہیں مانگتا میرا اجر

(ایضاً) بس خدا کے پاس ہے۔

سب سے بڑا فرق شخصیت اور منصب کی جامعیت کا ہے۔ نبی اکرم ﷺ میں ایسی آفاقی صلاحیتیں جمع کر دی گئی تھیں جو انسانی فکر کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ سکتی ہیں، لیکن یہ صلاحیتیں انسانی کے تمام گوشوں کی احاطہ گیر نہیں ہے، یہ بات بھی دنیا نے پیغمبر اسلام کی وساطت سے جانی۔ یہ دیکھئے کہ یہاں پہنچتے

ہر گزشتہ میں کتنے ہی [illegible] کوئی قدم [illegible]

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ [illegible]

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا

(نحل)

وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا

(فاطر)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ

[illegible]

قَدْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ

یہ سلسلۂ ہدایت [illegible] علیہ السلام سے شروع ہو کر [illegible]

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر [illegible] نبیوں کی [illegible]

[illegible] نبیوں کا ذکر [illegible] گمراہ [illegible]

[illegible] اور [illegible] کے [illegible]

[illegible] کہ [illegible]

[illegible] ہوسکتا ہے [illegible]

[illegible] ہیں [illegible]

[illegible] ہم پر [illegible]

(۲۱)

انبیاء انسانوں میں مبعوث ہوتے تھے اور ان کے سپرد انسانوں کی ہدایت و رہنمائی
ہوتی تھی۔ ان کی دعوت کی کامیابی کے لئے ہر زمانہ میں ایسے ہی ہتھیار ...

تھے کے نشیب و فراز سے گزرتے رہے اور ان کو بھی وہی مدبرانہ اور حکیمانہ
استعمال کرنے ہوئے جو انبیاء کرتے ہیں۔

خدا کے رسولوں کی لڑائی کا مخالفوں کی طاقت پر منحصر نہیں ہوتا
کہ ہمارے دل میں یہ خیال ہو کہ ہم گولی اور بندوق کی طاقت سے کفر کی
اخلاقی طاقت کو کچل دیں گے۔ ہمارے ہتھیار اور ہیں جن سے ہم
سچائی کا جواب دے کر خاموش کر کے ہم دشمن کو زیر تو کر سکتے ہیں لیکن
نشانہ پر اثر کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ تلوار اور بندوق کے
یہ ہتھیار دلوں کو نہیں جیتتے۔ ہمارے ہتھیار اور ہیں جن سے
ہم کفر کے عنصر پر حملہ کرتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

موسیٰ اندر کوہ بنا شد پیر امت
بہر تہذیب کف مذہب نہاد است
تیر و شمشیر از پئے قہر دشمن است
ہر سلاحے بہر کارے ساختند
ہر گیاہ دوست آمد دوست را
دشمن آمد دشمن دشمن را

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ انبیاء کا مقصد دستور خداوندی کی پابندی انسانوں
سے کرانا ہے۔ انبیاء میں خواہ انسان ہوں یا فرشتے ہوں کوئی فرق نہیں ہوتا

[illegible] قرآن مجید نے اس کی نفی کی۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا	اور بات جمنے سے لوگوں کو اس کے
اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا	قبول کرنے سے اس کے سوا اور کوئی امر
اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ	مانع نہیں ہوا کہ وہ کہتے ہیں کیا اللہ نے بشر
لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ	بشر کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ وہ
مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ	زمین پر مطمئن چلتے ہوتے تو ہم کسی
مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ	فرشتے کو ان کے پاس رسول بنا کر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور جواب میں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ:-

وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ ... میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں

اللہ تعالیٰ غیب اور اقوال ... اللہ کے خزانے ہیں یہ کہ میں غیب کی باتیں

إِلَّا مَا أَوْحَى إِلَيَّ ... جانتا ہوں بلکہ میں تو صرف وہی کہتا ہوں

جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے"

سنت اللہ یہ ہے کہ جب کسی نبی کو

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ ... بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک

وَحِسَابَ نَبِيٍّ ... اور نبی کا حساب

بارہ کی ہے جو اللہ کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے

فرمائی کہ:-

آيَةً تَبْشِيرًا وَرِسَالَةً ... نشان دے کر خوشخبری

وَقَدْ مَضَى ... اور

أَبْشِرُوا بِثَلَاثَةٍ وَثَلَاثِينَ ... یہ خوشخبری دی ہے کہ تیرہ

وَقَدْ مَضَى مِنْ مُدَّةِ إِلْهَامِهِ ... اور الہام کو

اثْنَانِ وَثَمَانُونَ فَإِذَا ... بیاسی برس ہو چکے ہیں پس

هُوَ كَمَا قَالَ ... اب کیوں باز آ سکتا ہے

وَإِنْ كَانَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ ... کیوں اس کی بات نہ پوری ہو

وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ ... اور جو کچھ اس پر

كُتُبٌ ..... (قرآن) ... اس نے کتابیں نازل کی ہیں .....

اس گفتگو کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے پاس قرار دیا کہ:

ہیں۔

یہ ہے کہ اے اللہ میں بندہ ہوں تیرا اور یہ میرا گناہ ہے تیرے بندے کا۔ میں
ہوں تیرا ہی بندہ کہ ہر وقت تیرے قبضہ قدرت میں ہوں۔ ماننے پر تیرے
عدل ہے میرے باب میں یہ فیصلہ ۔۔۔۔!

یہ خبر ہے کہ خدائی یا خدائی کا مرتبہ دینے کی بڑی سے بڑی طاقت
ہستیوں کی اختیار سے بڑھی ہوئی تقدیس و تکریم پر جو معتقدوں کی

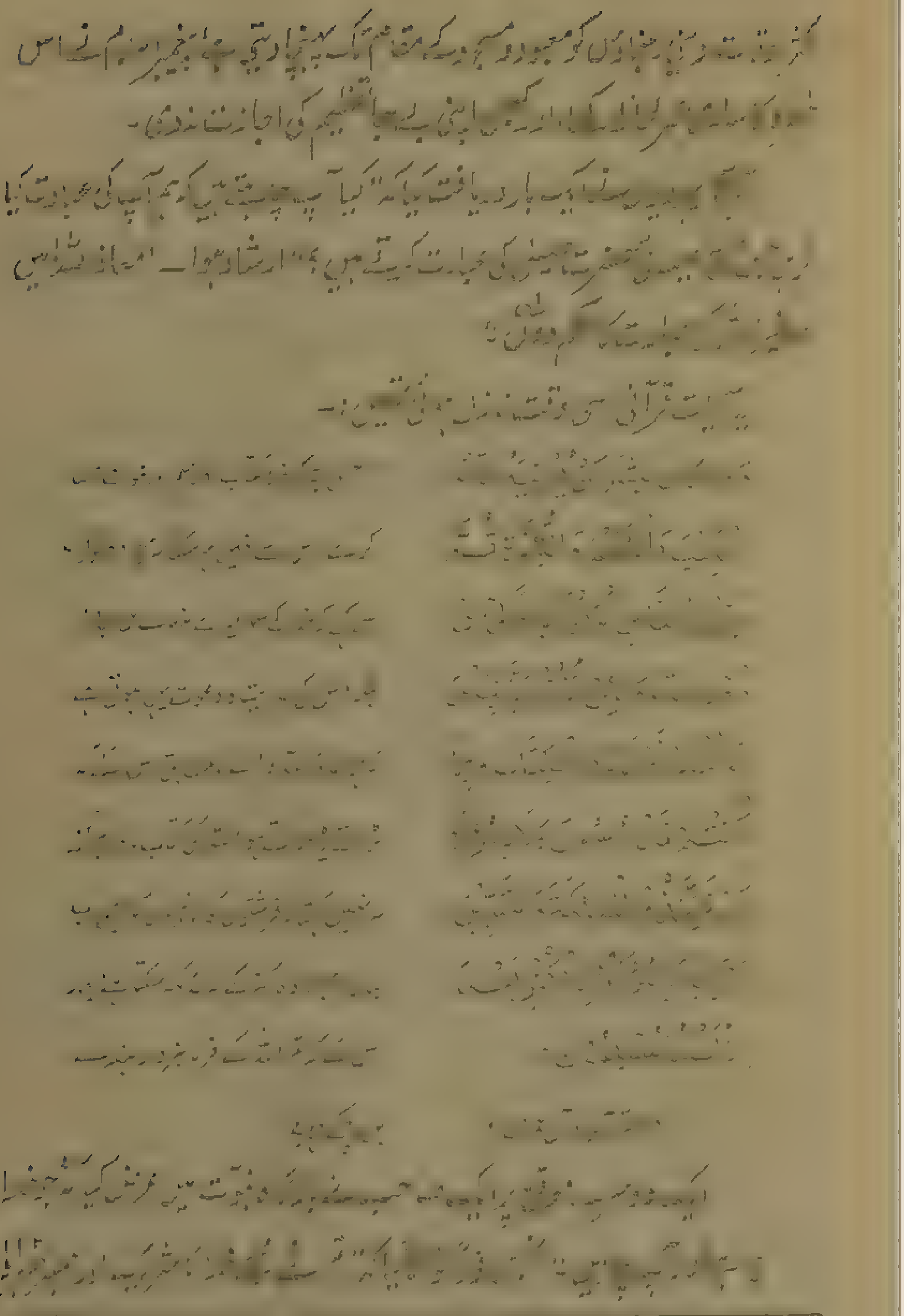

کہ کہ تجربہ خدا ہے"

ایک صحابی قبیلہ بنی سعد کے ہیں جب مدینہ آتے ہیں تو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ آپ کو سب سے بڑا جانے تو آپ زیادہ مستحق ہیں کہ جواب دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "تم کیا کرتے ہو؟" کہا "جی ہاں" آنحضرت ﷺ نے فرمایا "تو کیا تم نے کبھی نہیں کیا؟"

ایک بدو کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں آپ کو دیکھا تو پہچان لیا اور آپ کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا "تم ایسی ایسی باتیں کرتے ہو"

یہ وہ بنیادی عقیدہ ہے جس سے بہتر کسی قوم کے لئے کوئی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ اور عقیدہ کے بعد جو بات پیدا کرنے میں کسی نبی کی کوشش نہیں ہوئی وہ انبیاء کی پیشانہ تعلیم اور تذکیہ کے ذریعہ پیدا ہوئی۔ یہ بات ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ ہر نبی کے ذریعہ ایک ایسی تربیت یافتہ جماعت تیار ہوئی جو اس کے بعد اس کے مشن کو لے کر اٹھی۔ اور اس کی تعلیم کو دنیا میں پھیلایا۔

یہ وہ بنیاد ہے جس سے ہر نبی کی قوم کے لوگ اس کے بعد بھی فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ اور ان کی تعلیم کی روشنی میں اپنی زندگی کے مسائل حل کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید میں پہلے نبیوں اور ان کی جماعتوں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ:۔

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

نبوت کی ہمیشہ تردید کی اور لوگوں کو سوچنے سمجھنے کی نصیحت فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صاحبزادے نہ تھے، ایک صاحبزادہ ابراہیم جن کا نام آپ نے ابراہیم رکھا، جو قدرتی طور پر آپ کو بہت محبوب تھے، لیکن صرف دو برس کی عمر پا کر وہ بھی بچپن ہی کے زمانے میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا، اس دن اس صدمہ کا سورج گرہن پڑا کہ بالکل اندھیرا چھا گیا۔ عربوں میں قدیم زمانے سے یہ خیال رائج تھا کہ سورج گرہن کسی عظیم المرتبت شخص کے مر جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے کفار اتنا متاثر ہوئے کہ ان میں سے کچھ آپ کے پاس گئے اور اپنی شک کی معافی چاہی۔ آپ چاہتے تو ان کو فوراً اسلام میں داخل کر لیتے لیکن اسلام اپنے دین کی بنیاد تفکر و تدبر پر قائم کرتا ہے، وہ ہر شخص کی عقل کو اس کے پیدائشی حق کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے متوجہ کرتا ہے نہ کہ کرشمہ سازی سے۔ آپ نے یہ پسند نہ فرمایا اور لوگوں کو جمع کر کے اس کے متعلق ایک مختصر خطبہ دیا۔[1] اس میں لوگوں کو یہ گمراہانہ عقیدہ اور جاہلانہ خیال کی تردید فرمائی کہ کسی کے پیدا ہونے یا مرنے سے اس میں گہن نہیں لگتا۔

(۲)

اسلام آنے سے قبل ولادت اور وفات کے آثار شدت سے ہونے کا ایک بہت فاسد تصور پھیلا ہوا تھا، اس کا سبب یہ خیال تھا کہ جو نسبت ایک عام انسان اور شاہ کی رعایا کے درمیان ہوتی ہے کہ جنبش و بی خدا اور اس کے بندوں کے درمیان کی ہے وہ جس طرح ایسے بادشاہوں کے دربار میں مقربوں اور سفارشیوں کے بغیر رسائی نہیں ہو سکتی اسی طرح بارگاہ خداوندی میں بھی درمیانی وسائل کے بغیر شنوائی ہونا

---

[1] اس خطبہ کا فقرہ صحیح بخاری کتاب کسوف میں مذکور ہے۔ باقی عبارت آخر میں بیان سے شامل کر دی گئی ہے۔

وَمَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

اور بہت سے فرشتے آسمان میں ہیں جن کی شفاعت کچھ کام نہ آئے گی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لئے چاہے اور پسند کرے۔

وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى

اور جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہارا پکارنا سنیں بھی نہیں اور سنیں تو تمہارا کہا نہ کریں۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ

اور جن کو خدا کے سوا تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہارا پکارنا سنیں بھی نہیں اور سنیں تو تمہارا کہا نہ کریں۔

(قرآن)

اور جن کو خدا کے سوا تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہارا پکارنا سنیں بھی نہیں اور سنیں تو تمہارا کہا نہ کریں۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ

تو ان کی مغفرت چاہے یا نہ چاہے اگر تو ان کے لئے ستر بار بھی مغفرت چاہے گا تو خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

سارے پیغمبر ایک ہی خدا کے فرستادہ ہونے کے باعث آپس میں ایک ہی پیغام لیکر آئے تھے یعنی اصولی طور پر ان سب کی ایک ہی دعوت تھی اور سب کا ایک ہی دعویٰ تھا۔ چنانچہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد علیہم السلام تک جتنے سچے مذہب خدا کی طرف سے آئے وہ سب ایک تھے اور اسلام اسی کا نام ہے جو اختلاف ان مذاہب میں بعد میں پیدا ہوا وہ راہِ حق سے ناواقف لوگوں کا پیدا کیا ہوا ہے جن کے نسیان و تغافل اور تصرف و تحریف نے دین اور اسکے ساتھ انسانیت کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ اللہ خدا کی بہترین مخلوق کو بے شمار فرقوں اور گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى

بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ

وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ

اگر جزئیات احکام میں شریعت بنی اسرائیل سے شریعت اسلام کی زمانی و مکانی مناسبت کے سبب بدلتی رہی ہے تو یہ بھی اسی اصول کی بنا پر ہے جس کی وجہ سے شریعت اسلام کے اندر بھی بعض احکام بدلتے رہے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا

اس آیت سے ایک طرف یہ واضح ہوتا ہے کہ استیناف نزول کے زمانہ میں بعض ایسے امور کے متعلق سوال کرنے سے دوسری طرف یہ کہ شرعی احکام و قوانین کے اختلافات

خدا کا تعارف سے تھے، اور ان میں انبیاء کی رائے یا پسند کو دخل نہ تھا، اور اگر اس نے آخر میں سب کے لئے ایک ہی دستور العمل بنا دیا تو یہ اس کا حق تھا۔ انبیاء صرف شارح شریعت ہیں، وہ شریعت کے مصنف نہیں۔ صرف خدا کے قانون کی تشریح اور وضاحت اور اسی قانون کی روشنی میں لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنا تھا۔ وہ قانون وضع کرنے نہیں۔

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۔ (رسول پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے)

(نیز)

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۔ (رسول پر صرف واضح طور پر پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے)

— ۵ —

خدا کی ہدایت کے عملی نتائج کے لحاظ سے یہ بات بہت اہم ہے کہ انبیاء نہ تو خدا کے سب قانون کو اپنی شریعت میں شامل کرتے ہیں اور نہ ہی ہر شریعت میں ایک ہی قانون ہوتا ہے۔ ان کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کے سامنے خدا کے قانون کا وہ حصہ پیش کر دیں جو ان کے لئے ضروری ہے۔ اس طرح ہر شریعت میں قانون کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ ہر شریعت دوسری شریعت سے مختلف ہوتی ہے۔ ہر شریعت اپنے سے پہلی شریعت کی تکمیل کرتی ہے۔ اور ہر شریعت اپنے بعد آنے والی شریعت کی بنیاد بنتی ہے۔ اس طرح ہر شریعت اپنے سے پہلی شریعت کی تصدیق کرتی ہے اور اپنے بعد آنے والی شریعت کی پیشگوئی کرتی ہے۔ اس طرح ہر شریعت اپنے سے پہلی شریعت کی تکمیل کرتی ہے اور اپنے بعد آنے والی شریعت کی بنیاد بنتی ہے۔

خدا کی ہدایت کے عملی نتائج کے لحاظ سے یہ بات بہت اہم ہے کہ انبیاء نہ تو خدا کے سب قانون کو اپنی شریعت میں شامل کرتے ہیں اور نہ ہی ہر شریعت میں ایک ہی قانون ہوتا ہے۔ ان کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کے سامنے خدا کے قانون کا وہ حصہ پیش کر دیں جو ان کے لئے ضروری ہے۔ اس طرح ہر شریعت میں قانون کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ ہر شریعت دوسری شریعت سے مختلف ہوتی ہے۔ ہر شریعت اپنے سے پہلی شریعت کی تکمیل کرتی ہے اور اپنے بعد آنے والی شریعت کی بنیاد بنتی ہے۔ اس طرح ہر شریعت اپنے سے پہلی شریعت کی تصدیق کرتی ہے اور اپنے بعد آنے والی شریعت کی پیشگوئی کرتی ہے۔ اس طرح ہر شریعت اپنے سے پہلی شریعت کی تکمیل کرتی ہے اور اپنے بعد آنے والی شریعت کی بنیاد بنتی ہے۔

نمبر ۲

حیاتِ طیبہ

(اردو)

از

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی

ترجمہ

مولانا محمد عبدالرحیم قادری

دوسرے ملکوں اور یورپ اور شمالی افریقہ میں جو مختلف تہذیبیں پروان چڑھیں وہ یہاں
آکر ایک دوسرے سے گلے ملتی رہیں۔ جب بحیرۂ روم اور بحر ہند کے درمیان ساری تجارت
خشکی کے راستے سے ہوتی تھی۔ اس وقت شام، فلسطین، جزیرہ نما عرب اس بڑی تجارت
سے دنیا کے جو مفاد مشترک کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کو دنیا کے تمام حصوں
تعلقات پیدا کرنے اور ان پر اثر ڈالنے کے لیے موقع حاصل تھا جو دوسری قوموں کو
نہیں ملا۔ یونانی تہذیب اور نامکمل نسائی برادری کے تصور کو یہاں پہنچ کر
ملک کی اور مشرقی ہمسایوں سے پہنچ کر اسلامی تصور
نے دنیا کو امن و اخوت کا نیا درس دیا۔

اسلام سے پہلے عرب میں کبھی کوئی بات نہ تھی جو اسلام قائم ہونے کے بعد
اسلام کے وقت اس کے سرحدی علاقے اور ملک بڑی بڑی
تھے۔ غیر ملکی تھے۔ تمام ہیں
قسطنطنیہ کا مقدار اور مشرقی ہیں
تھا۔ اس کا
ہوا ہے گرفتار کرکے
ہوں کا سیاسی اور
سے تھا اور
اسلام، روس، خوشحال، تعلیم اور ترقی دیکھ آیا تھا

تھا۔ لیکن ان کا کوئی مقیدہ انسان کے عادات و اخلاق پر نہیں پڑ سکا تھا۔

سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) لکھتے ہیں کہ "مدت العمر سے مکہ ادراک جزیرہ نما روحانی غنودگی کے عالم میں تھے۔ یہودیت اور مسیحیت اور فلسفہ نے جو اثر عرب ذہن پر ڈالا تھا وہ بس ان لہروں کی طرح تھا جو کبھی کبھی سمندر کی سطح پر نمودار ہو جاتی ہیں۔ سطح کے نیچے کا جمود ویسے ہی قائم رہا کرتا تھا۔"

عرب کے باہر دنیا کی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی۔ روم اور فارس یہ دو زبردست طاقتیں تھیں، فارس کی سلطنت عراق سے لیکر ہندوستان کی سرحد تک پھیلی تھی، اور یہ دونوں بڑی طاقتیں ہمیشہ آپس میں برسرپیکار رہتی تھیں۔ ان دونوں سلطنتوں میں بار بار جنگیں ہوا کرتی تھیں جن سے ایشیا کے وسائل کی بربادی ہوتی تھی اور دنیا کا امن چین غارت ہوا کرتا تھا۔

فارس میں ششت سے قبل قباد اول بن فیروز کی حکومت تھی، اس نے مزدک آکر یہ خیالات نے سر قید کر دیا۔ قباد نے بیباک کر مزدکیوں کی مدد سے دوبارہ تخت و تاج حاصل کیا۔ چھٹی صدی کے وسط میں قباد کا بیٹا نوشیرواں عادل اس کا جانشین ہوا۔ مگر درحقیقت اس کے ہاتھوں انتظامی اور سیاسی اختیارات سے کہیں زیادہ قباد کا بیٹا نوشیرواں عادل مذہبیت کی طرف مائل تھا۔ اس نے مزدکیوں کو قید کیا اور بہت سے مزدکیوں کو جنگ کرتا ہوا مارا گیا۔ ۵۳۱ء میں نوشیرواں کے تخت پر بیٹھنے کے بعد ہر قسم کی مخالفت نشیں ہوا مگر مذہبی اور سیاسی انتشار کی رو اقتدار تک نہ روک سکا۔

(SIR WILLIAM MUIR
LIFE OF [illegible]) سر ولیم میور "لائف آف محمد"

فقیہ یہ بیٹھ کر شرعی فتاوی کا کاروبار کرتے تھے، انبیاء کی تکذیب، ہوسِ زر کی تجارت
ان کے یہاں، عہد شکنی، محسن کشی اور منافقت ان کے نسلی کردار کی خصوصیت بن گئی تھی۔
قرآن مجید میں ان کی دینی و اخلاقی پستی کی بار بار مذمت کی گئی ہے۔

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ	اور وہ ناحق پیغمبروں کو مار ڈالتے ہیں
ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا	اس لئے کہ وہ نافرمان اور حد سے
يَعْتَدُونَ ۝ (سورہ بقرہ)	بڑھنے والے ہیں۔
سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ	اور جھوٹی باتوں کے سننے والے اور
لِلسُّحْتِ (سورہ مائدہ)	حرام کی کمائی کھانے والے ہیں
وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ	اور تم ان میں سے بہتیروں کو
فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	گناہ اور زیادتی کرنے میں
(سورہ مائدہ)	سبقت کرتے ہیں۔
وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا	اور حالانکہ سود سے منع کئے گئے تھے
عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ	اور لوگوں کا مال
بِالْبَاطِلِ (سورہ نساء)	ناحق کھاتے ہیں۔

مسیحیت کی تشریح یہودی پس منظر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہودیوں کی تاریخ
عیسیٰ کی تشریح یہودی کے ایمان کے تاریخی ہیں۔ یہودیوں نے مذہب کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ ڈالا۔ پہلوں نے اس کے ایسے شاندار تصور
ابراہیم سے حضرت عیسیٰ کی تعلیمات میں رشیوں کی انسان پرستی، ریاکاروں کی ظاہر پرستی
زہد کر تو حید کی جگہ تثلیث کو لایا گیا، جو کہ ہمیں نسلی تعلیم ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آسانی سے ٹل گئی۔[1]

ہ کامیاب تھیں، متفق ہیں۔[2]

[1] لائف آف محمد

کی بات سننے کا بیٹی سے زیادہ اور کون حقدار ہو سکتا تھا۔ آپ نے حضرت خدیجہ
سے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا "میں اپنی جان کا نذرانہ دے کر بھی
تمہیں بچاؤں گی۔" پھر آپ نے کہا "آپ تردد نہ کریں، آپ بے قصور ہیں۔ قریش کی
دشمنی بیجا ہے۔ ہمیں ان کی مخالفت کی کوئی پروا نہیں۔ خدا
آپ کا ساتھ دے گا۔"

حضرت خدیجہ کے ایک چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بڑے عالم اور نیک
دل انسان تھے۔ ہر قسم کی خبر حضرت خدیجہ کے پاس لے کر آتی تھی۔ انہوں نے آپ
سے آپ کے شوہر کی نبوت کا ذکر سنا تھا۔ آپ نے ورقہ کو بھی یہ سارا قصہ
آپ کی زبان سے سنا۔ ورقہ نے کہا "میں نے بھی یہ سنا ہے۔

حضرت خدیجہ کے ایک چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بڑے عالم اور نیک
دل انسان تھے۔ ہر قسم کی خبر حضرت خدیجہ کے پاس لے کر آتی تھی۔ انہوں نے آپ
سے آپ کے شوہر کی نبوت کا ذکر سنا تھا۔ آپ نے ورقہ کو بھی یہ سارا قصہ
آپ کی زبان سے سنا۔ ورقہ نے کہا "میں نے بھی یہ سنا ہے۔

(۲)

[illegible] (Jonathan Swift) نے یہ بات بہت پتے
کی کہی ہے کہ "ہر شخص موت سے ڈرتا ہے لیکن کوئی بھی بڑھاپے
سے نہیں ڈرتا۔" ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ لمبی عمر پائے۔

آنحضرت محمد ﷺ فطرتاً اس حقیقت سے واقف تھے۔ چنانچہ آپ

[illegible]

[illegible] ۲ سورۃ رحمٰن، آیت ۲۶

شخص سے جو پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو گیا تھا، جس کے پاس اتنا پیسہ نہ تھا کہ خود
[illegible]
قریش کہتے تھے کہ اگر نبی کو مبعوث ہونا ہی تھا تو یہ منصب قبیلہ کے کسی
[illegible]
[illegible] اور مخالفوں نے کہا قرآن کو [illegible]
[illegible] ان دونوں شہروں [illegible]
[illegible] کسی رئیس پر اترتا۔
[illegible] ابتدائی دور میں ایمان لانے والے معمولی قسم کے آدمی
[illegible] کوئی قابل ذکر حیثیت نہیں رکھتے تھے اور نہ دولت ہی کے [illegible]
[illegible] قریش ان کو حقیر سمجھتے تھے۔
[illegible] کہ یہ لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم کو چھوڑ کر
[illegible] احسان کیا ہے۔
[illegible] حیرت یہ ہے کہ [illegible] قریش میں [illegible] زبردست تنگ
[illegible] اس کثرت سے کشت و خون ہوا کہ [illegible] نہ رہ سکے
[illegible] اسکے برخلاف [illegible] دعوت دین کے ساتھ ہی کھڑے ہو گئے
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔"

قریش کی [illegible] سے تنگ آکر حضرت ثابتؓ نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آخر آپ ان ستاکوں کے تیر بند کیوں نہیں فرماتے۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا کہ تم سے پہلے ایک گروہ ایسا گزرا ہے جن کے سر پر آرے چلائے گئے مگر وہ اپنے دین سے باز نہ آئے۔ خدا اس کام کو [illegible] پورا کرے گا۔

[illegible] کے بعد آپ نے [illegible] کی [illegible] [illegible] [illegible]

قریش کی روک ٹوک اور ان کے طیش و غضب کے باوجود اسلام کا دائرہ پھیلتا گیا۔ ازدشنوءہ کے ضماد رضی اللہ عنہ کا ہونا جیسے نمایاں قبیلہ اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے سردار اس حلقہ میں شامل ہونا ایک طرف مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنا تو دوسری طرف قریش کے قہر سے اور شدت اختیار کر لی۔

(۳)

یہ صورت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ جو لوگ ہجرت کر سکتے ہیں حبش چلے جائیں جہاں کے فرمانروا کے متعلق مشہور تھا کہ وہ کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ ستر مسلمانوں کی ایک جماعت نے حبش ہجرت کی۔ قریش کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے بھی اپنا ایک وفد بھیجا۔ وفد نے جا کر نجاشی کے درباریوں کو تحفے پیش کیے اور کہا کہ ہمارے کچھ نادان نوجوان اپنا آبائی دین چھوڑ کر یہاں آ گئے ہیں۔ ہم ان کے اولیاء کی طرف سے ان کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ درباریوں نے بھی نجاشی سے یہی کہا۔ مگر نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یہ کون سا دین اختیار کیا ہے جو نہ عیسائیت ہے نہ بت پرستی دونوں کے خلاف ہے؟

مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

کرنے والا ہے۔ درماندوں اور عاجزوں کا مالک ہے، میرا مالک تو ہی ہے
تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے؟ بیگانہ اور ترش رو کے سپرد کرتا ہے یا اس دشمن کے سپرد کرتا
ہے جو بہت با اختیار ہے؟ لیکن اگر تو مجھ سے خفا نہیں ہے تو مجھے کسی بات کا اندیشہ
نہیں ہے، مگر تیری عافیت میرے لئے زیادہ کشادہ ہے۔ میں اس بات سے کہ تیرا
غضب مجھ پر نازل ہو یا تیری ناخوشی مجھ پر نازل ہو تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں
جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے سب کام بن جاتے
ہیں۔ مجھے صرف تیری خوشنودی اور تیری رضامندی درکار ہے۔ تو ہی [illegible]
سہارا ہے اور تیرا ہی [illegible]

۱۰۔ حضرت زید سے آپ نے فرمایا: میں [illegible] کی برائی کے سبب کیا [illegible]
اگر یہ بات نہیں ہوتی تو کیا [illegible] کی آنکھ [illegible] کرشمہ ہی ہوتا؟

[illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی [illegible]
[illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی [illegible]
[illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی [illegible]

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

اسی اثنا میں قافلہ سفر کے دوسرے پڑاؤ پر کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
التماس کیا کہ آپ ان کے ہاں قیام فرمائیں۔ آپ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور
وہاں پہنچ کر آپ نے ان سے پندرہ دن تک گفتگو کی۔

آپ نے پوچھا: "کیا تم شریعت و دین کی بات سننا چاہتے ہو یا
شہر کے آسان راستے اور وہاں کے ساتھیوں کے ساتھ اپنے ہاں کی خبریں سننا
پسند کرو گے؟"

جب یہ بات وہاں کے لوگوں نے سنی تو انہوں نے کہا: "ہمیں تو
آپ سے شریعت کی باتیں سننا زیادہ پسند ہیں۔"

آپ نے فرمایا: "تم کل دوبارہ آنا۔"

ان لوگوں نے عرض کیا: "یا سیدی! ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ جب آپ
ہمارے ہاں آئے تو پہلے کچھ دن آرام فرمائیں گے۔"

آپ نے مسکرا کر فرمایا: "میں تو اپنے ہاں [illegible]
سکوں گا۔"

آپ کے بارے میں حضرت [illegible] سے روایت ہے کہ [illegible]
کرتے تھے۔ [illegible] نے [illegible] کہا: "[illegible]
کرتے ہو جو ہمیشہ ان کے [illegible] پر [illegible]
ہیں۔" [illegible]
[illegible]

خدا نے [illegible] کر دیا [illegible] تو [illegible]
یہ سارا قصہ [illegible] ایک [illegible] کی [illegible] سے [illegible]
قبیلے کے لوگوں سے کہا: "[illegible]
[illegible]

تمہید مثالیہ

حیات النبی (۲)

حصہ پنجم

اذان، نماز پنجگانہ، جمعہ

مصنفہ علامہ شبلی نعمانی - مرتبہ سید سلیمان ندوی

ابتدائی زمانہ میں جب مسلمان بہت کم تھے اور مکہ میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے، ایک دفعہ کچھ لوگ جمع ہوئے تھے، شہر کے باہر جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے، کفار نے دیکھ لیا، ایک دوسرے کو خبر کی، دوڑ پڑے، مسلمانوں نے بھاگ کر جان بچائی، مگر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو اونٹ کی ہڈی مار کر زخمی کر دیا۔

مینے تو سارا خاندان خوشی کے مارے تکبیر کے نعرے لگانے لگا۔ آپ نے اس کی دونوں قبول فرمائی۔ جو صحابہ پہلے ہدیہ آپ کے تھے ان میں سے بھی کثر نہیں تو بہت سے حضرت صلعم کے دنیا سے جانے کے تین روز بعد تک پہنچتے رہے۔ وہ بھی ہدیہ پیش کرتے ہوئے پچھتا گئے اور یہیں ٹھہرے۔

قبا میں آپ کا پہلا کام مسجد کا تعمیر کرنا تھا۔ مسجد کی تعمیر میں دوسرے صحابہ کے ساتھ آپ نے ایک دن مزدور کی طرح شرکت فرمائی۔ اپنے ہاتھ سے پتھر ڈھو ڈھو کر لاتے۔ ان کے دل سے کثر جسم مبارک تھکا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان آپ پتھر ڈھو ڈھو کر لا رہے ہیں"۔ آپ ان کی درخواست قبول فرماتے، لیکن فوراً ہی دوسرا پتھر اس مزدور کا اٹھا لیتے۔

چند دن قیام فرمانے کے بعد آپ جمعہ کو شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ بنی سالم کے محلہ میں پہنچے تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آگیا۔ جمعہ کی نماز آپ نے وہیں خطبہ دیا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ تھا۔ خطبہ کے چند فقرے یہ ہیں۔

"تمام تعریف خدا کے لئے ہے۔ میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ اسی سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں۔ اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور اسی کی فرمانبرداری کرتا ہوں۔ اور اس کے سوا کسی کی پرستش نہیں کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور (اور) محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ ۔ ۔ ۔"

"۔ ۔ ۔ ۔ جو کوئی خدا کی اطاعت کرتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے اور جو کوئی اس کی

جہاں اب مسجد نبوی ہے کے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کا گھر تھا۔
کعبہ بنی یہاں پہنچا تو آپ کو یہاں ٹھہرانے کے لئے اصرار شدید ہوا کہ بالآخر قرعہ
گیا اور یہ سعادت ابو ایوب کے حصہ میں آئی۔

حضرت ابو ایوب کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے اوپر کی منزل آپ کے
آپ نے فرمایا کہ نیچے کی منزل میں رہنا
زیادہ آپ کی ضرورت ہیں کہ یہاں آپ ہر وقت دستیاب رہیں۔ ابو ایوب نے
یہ بھی کہ حضور میں آتا جاتا کیونکہ نیچے رہنے میں آپ کی زیارت کا
کہ یہ زیادہ آسان ہے۔ آپ نے ان کو یہ فرمایا کہ
شب کو پانی بھر کر دیا کرو۔

یہاں کی رہائش پر ابو ایوب کی آمد و رفت رہتی تھی۔ ابو ایوب
کہ یہ کیا ہے۔ آپ نے ان کو یہ فرمایا کہ
کہ آپ کو تعلیم دیتا ہے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ
یہ کرنے کی تو ہمت نہ کر سکے۔ لیکن آپ نے یہ فرمایا کہ
کل اور سے کی تعمیر شروع ہوئی۔ ابو ایوب سوار ہو کر
کہ یہ کیا ہے اور کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے ان کو
فرمایا کہ

سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۷۹ — سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۸۱

اللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ — اے خدا! میرا یہ سفر خیر کا

فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ — کامیابی ہے۔ اے خدا مہاجرین و

انصار کو بخش دے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۶) مظلوم کی ہر حال میں مدد کی جائے گی۔

(۷) مدینہ کے اندر کشت و خون حرام ہوگا۔

(۸) معاہدہ کرنے والوں کے درمیان جھگڑے یا فساد کا اندیشہ پیدا ہونے کی صورت میں اس کا فیصلہ اللہ اور اسکے رسول پر چھوڑ دیا جائے گا۔

مدینہ منورہ میں مسلمان مستحکم ہو کر دم لینے پائے تھے کہ قریش مکہ نے آپ کو کہلا بھیجا کہ تم نے ہمارے باغی کو پناہ دی ہے یا تو اسے قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو، ورنہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ تم سب کو پھر چڑھ کر دیں گے، تم کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے!

جب یہ دھمکی نہ چلی تو قریش نے مدینہ کے یہودیوں سے ساز باز کی اور کہلا بھیجا کہ تم ہمارے مقابلہ میں کسی مسلمان کی مدد نہ کرنا۔

اس آخری شرارت سے مدینہ کے بہت سے [illegible]

زیادہ تر شام کے راستہ مدینہ کے پاس سے ہو کر گزرتا تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے سوچا کہ قریش کے تجارتی قافلوں کی آمد و رفت بند کر دی جائے تو وہ مجبور ہو کر صلح کر لیں گے۔ تجارت ہی پر مکہ والوں کی روزی کا انحصار تھا۔ رات کو شہر میں پہرے بٹھا دیئے گئے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگ جاگ کر راتیں بسر کیں۔ ادھر یہ پتہ قریش کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے بھیجے گئے تھے وہ اپنا کام کرنے لگے۔ مکہ کی طرف سے بچاس بچاس گھڑ سوار روانہ کئے جانے لگے۔

۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ساتھ ایک خط دے کر روانہ کیا۔ خط میں لکھا تھا کہ "مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں پہنچ کر قریش کے حالات کا پتہ لگائیں۔" انہوں نے قریش کے ایک قافلہ کا پتہ پا کر اس پر حملہ کر دیا۔ قافلہ کا ایک آدمی مارا گیا، دو گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ نے مدینہ آ کر واقعہ بیان کیا اور کہا کہ "مال غنیمت کا پانچواں حصہ آپ کا ہے۔" آپ نے فرمایا کہ "میں نے تو تمہیں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔" آپ نے مال غنیمت لینے سے انکار کر دیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ قریش کے تجارتی قافلہ کے خلاف کارروائی کی گئی۔ اس پر قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے ضمضم بن عمرو کو مکہ بھیج دیا۔ ضمضم نے مکہ پہنچ کر قریش کو اس حملہ سے آگاہ کیا۔ ابوسفیان نے مدینہ کے قریب پہنچ کر قافلہ کا راستہ بدل دیا۔ اس طرح قافلہ تو بچ گیا لیکن ابوسفیان کی درخواست پر قریش نے مدینہ پر حملہ کر دیا۔

جانوں کا سوال ہے، خدا کی قسم اگر حضور حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔" اور مقداد نے کہا "ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں اور ہمیں ہمارے گھروں ہی میں بیٹھا رہنے دیں۔ ہم آپ کے داہنے اور بائیں اور آگے اور پیچھے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

غزوۂ بدر رمضان ۲ھ ہجری کو آپ تقریباً تین سو بیاسی ۳۱۳ جانبازوں کے ساتھ لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ قریش کی فوج جو ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی، ایک بڑے لشکر کی صورت میں آئی تھی۔ سو سواروں کا دستہ آگے آگے تھا۔ بدر کے مقام پر دونوں لشکر کی فوجوں نے پڑاؤ کیا۔ رات ہو گئی تھی مگر مسلمانوں کو رات بھر آرام نہ کیا۔ بجز آنحضرت صلعم کی ذات کے جو رات بھر خیمہ میں عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں کو نماز کے لئے بیدار کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے صف آرائی شروع کی۔ دست مبارک میں تیر تھا اس کے اشارے سے صفیں آراستہ کرتے تھے۔ لڑائی میں [illegible]

آپ نے منع کر دیا کہ کسی کے حکم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔

آنحضرت صلعم نے کہ اپنے ہاتھوں سے [illegible] آپ کے عریش کے کنارے ایک چھپر سایبان تیار کر دیا گیا۔ [illegible] آپ اس میں تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں دو انصاری [illegible] حکم دیا [illegible] کسی کے حکم سے [illegible] اس کے اشارے سے صفیں آراستہ کرتے تھے۔ لڑائی میں [illegible] آپ نے منع کر دیا کہ کسی کے حکم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔

آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھوں سے [illegible] آپ کے عریش کے کنارے ایک چھپر سایبان تیار کر دیا گیا۔ [illegible] آپ اس میں تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں دو انصاری [illegible] حکم دیا [illegible] کسی کے حکم سے [illegible] اس کے اشارے سے صفیں آراستہ کرتے تھے۔ لڑائی میں [illegible] آپ نے منع کر دیا کہ کسی کے حکم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔

آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھوں سے [illegible] آپ کے عریش کے کنارے ایک چھپر سایبان تیار کر دیا گیا۔ [illegible] آپ اس میں تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں دو انصاری [illegible] حکم دیا [illegible] کسی کے حکم سے [illegible] اس کے اشارے سے صفیں آراستہ کرتے تھے۔ لڑائی میں [illegible] آپ نے منع کر دیا کہ کسی کے حکم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔

آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھوں سے [illegible] آپ کے عریش کے کنارے ایک چھپر سایبان تیار کر دیا گیا۔ [illegible] آپ اس میں تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں دو انصاری [illegible] حکم دیا [illegible] کسی کے حکم سے [illegible] اس کے اشارے سے صفیں آراستہ کرتے تھے۔ لڑائی میں [illegible] آپ نے منع کر دیا کہ کسی کے حکم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔

آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھوں سے [illegible] آپ کے عریش کے کنارے ایک چھپر سایبان تیار کر دیا گیا۔ [illegible] آپ اس میں تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں دو انصاری [illegible] حکم دیا [illegible] کسی کے حکم سے [illegible] اس کے اشارے سے صفیں آراستہ کرتے تھے۔ لڑائی میں [illegible] آپ نے منع کر دیا کہ کسی کے حکم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔

آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھوں سے [illegible] آپ کے عریش کے کنارے ایک چھپر سایبان تیار کر دیا گیا۔ [illegible] آپ اس میں تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں دو انصاری [illegible] حکم دیا [illegible] کسی کے حکم سے [illegible] اس کے اشارے سے صفیں آراستہ کرتے تھے۔ لڑائی میں [illegible] آپ نے منع کر دیا کہ کسی کے حکم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔

آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھوں سے [illegible] آپ کے عریش کے کنارے ایک چھپر سایبان تیار کر دیا گیا۔ [illegible] آپ اس میں تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں دو انصاری [illegible] حکم دیا [illegible] کسی کے حکم سے [illegible] اس کے اشارے سے صفیں آراستہ کرتے تھے۔ لڑائی میں [illegible] آپ نے منع کر دیا کہ کسی کے حکم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔

اسکے بعد عام حملہ شروع ہوا۔ دونوں لشکر بڑھے اور ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ ابوجہل کی مردانگی، جرأت اور غضب کے باعث انصار میں سے دو نوجوان معوذ اور معاذ کہ عفراء کے بیٹے تھے جہاں کہیں اس کی نظر آتے پیچھا کرتے۔ ایک نے بڑھ کر کہا کہ چچا جان یہ ابوجہل ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر ابوجہل کو دیکھ پاؤں تو اسے مار ڈالوں یا خود مارا جاؤں۔ ابوجہل ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ہے۔ بس وہ باز کی طرح جھپٹے اور ابوجہل خاک پر تڑپنے لگا۔ عفراء کے بیٹے معوذ و معاذ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا۔ مگر تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ معاذ سی لڑتے رہے۔ بازو کے لٹکنے سے ۔۔۔۔ تکلیف ہوئی تو اس پر پاؤں رکھ کر زور سے کھینچا اور بازو الگ کر دیا۔ پھر لڑتے رہے۔

ابوجہل کو زخمی دیکھ کر معوذ اور معاذ کے والد حارث بن سراقہ اور ان کے چچا عفراء کے بیٹے معوذ و معاذ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا۔ مگر تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ معاذ سی لڑتے رہے۔ بازو کے لٹکنے سے ۔۔۔۔ تکلیف ہوئی تو اس پر پاؤں رکھ کر زور سے کھینچا اور بازو الگ کر دیا۔ پھر لڑتے رہے۔

ابوجہل کو زخمی دیکھ کر معوذ اور معاذ کے والد حارث بن سراقہ اور ان کے چچا عفراء کے بیٹے معوذ و معاذ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا۔ مگر تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ معاذ سی لڑتے رہے۔ بازو کے لٹکنے سے ۔۔۔۔ تکلیف ہوئی تو اس پر پاؤں رکھ کر زور سے کھینچا اور بازو الگ کر دیا۔ پھر لڑتے رہے۔

ابوجہل کو زخمی دیکھ کر معوذ اور معاذ کے والد حارث بن سراقہ اور ان کے چچا عفراء کے بیٹے معوذ و معاذ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا۔ مگر تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ معاذ سی لڑتے رہے۔ بازو کے لٹکنے سے ۔۔۔۔ تکلیف ہوئی تو اس پر پاؤں رکھ کر زور سے کھینچا اور بازو الگ کر دیا۔ پھر لڑتے رہے۔

ابوجہل کو زخمی دیکھ کر معوذ اور معاذ کے والد حارث بن سراقہ اور ان کے چچا عفراء کے بیٹے معوذ و معاذ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا۔ مگر تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ معاذ سی لڑتے رہے۔ بازو کے لٹکنے سے ۔۔۔۔ تکلیف ہوئی تو اس پر پاؤں رکھ کر زور سے کھینچا اور بازو الگ کر دیا۔ پھر لڑتے رہے۔

ابوجہل کو زخمی دیکھ کر معوذ اور معاذ کے والد حارث بن سراقہ اور ان کے چچا عفراء کے بیٹے معوذ و معاذ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا۔ مگر تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ معاذ سی لڑتے رہے۔ بازو کے لٹکنے سے ۔۔۔۔ تکلیف ہوئی تو اس پر پاؤں رکھ کر زور سے کھینچا اور بازو الگ کر دیا۔ پھر لڑتے رہے۔

ابوجہل کو زخمی دیکھ کر معوذ اور معاذ کے والد حارث بن سراقہ اور ان کے چچا عفراء کے بیٹے معوذ و معاذ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا۔ مگر تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ معاذ سی لڑتے رہے۔ بازو کے لٹکنے سے ۔۔۔۔ تکلیف ہوئی تو اس پر پاؤں رکھ کر زور سے کھینچا اور بازو الگ کر دیا۔ پھر لڑتے رہے۔

(۳۲)

ہجرت کو مکہ کی یاد کبھی نہیں بھولتی۔ وطن کی محبت کسے نہیں ستاتی۔ ان کے بعد

سلہ سیرۃ النبی۔ شبلی۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۳

مسلمان سفر دکھ پہنچے لگے قریش کے شدت پسند عناصر نے انھیں اونٹ تک نہ
دیا۔ قریش کے ایک معزز بزرگ عروہ بن مسعود نے بیچ میں پڑ کر مصالحت کی صورت
پیدا کرائی۔ وہ خود پیغمبر صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ واپسی پر جو تاثرات اس نے
بیان کئے وہ قابل ذکر ہیں۔ اس نے قریش سے کہا "میں نجاشی، قیصر اور کسریٰ کے دربار
دیکھے ہیں مگر یہ عقیدت اور وابستگی کہیں نہیں دیکھی جو اصحاب محمدؐ کو محمدؐ سے ہے۔
محمدؐ جب بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے، حکم دیتے ہیں تو تعمیل کرنے سب
مسابقت کرتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں تو جو پانی گرتا ہے اس پر یہ ٹوٹ پڑتے ہیں
اور تھوکتے ہیں تو آپ دہن زمین تک نہیں پہنچ پاتا کہ لوگ ہاتھوں میں لے لیتے
ہیں اور اپنے چہروں پر ملنے لگتے ہیں۔ یہ تاثر ہے کہ کوئی نظر بھر کر نہیں
نہیں دیکھ سکتا۔"

عروہ صلح کی گفتگو ناتمام چھوڑ گیا تھا، اس لئے آنحضرتؐ نے خراش بن
امیہ کو مکہ بھیجا، مگر قریش کے کچھ لوگوں نے انھیں بھی گزند پہنچانا چاہا۔
ان کا اونٹ مار ڈالا۔ وہ جان بچا کر بصد مشکل لوٹ آئے۔ تب حضرت عثمان سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ قریش
سے ان کا تبادلہ خیال کچھ ایسا ہوا کہ ان کے قتل کی افواہ پھیل گئی۔ یہ خبر آنحضرتؐ
کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ عثمان کا قصاص میں فرض ہے اور ایک ببول کے درخت کے نیچے
بیٹھ کر آپ نے صحابہ سے عثمان کی بیعت لی۔ مسلمان جس جوش و خروش سے
مدینہ میں چھوڑ آئے تھے، لیکن اس کے باوجود ایک شریک سفر نے جس کا نام
بھی تھا، آپ کے دست مبارک پر عہد کیا کہ اگر جنگ کی نوبت آئی تو
جانوں سے گزر جائیں گے۔ یہ واقعہ اسلام کی تاریخ کا ایک انقلاب آفریں

[illegible] رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت عثمان کی شہادت کی اطلاع غلط ثابت ہوئی تو صلح کے مذاکرات پھر شروع ہوئے اور بالآخر صلح ہو گئی۔ حضرت عثمان خود مکہ تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت ابوبکر کے زمانہ سے مسلمانوں کے دستور کے مطابق مسودہ کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا۔ اس پر قریش کے نمائندہ نے اعتراض کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ رحمن کسے کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بجائے یہ عبارت کاٹ دی گئی۔ دوسرا جملہ یہ تھا یہ معاہدہ صلح محمد رسول اللہ اور قریش کے درمیان ہوتا ہے۔ قریش نے یہ بھی اعتراض کیا۔ فرمایا اگر ہم آپ کو خدا کا رسول ہی مان لیں تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے؟ آپ اپنے نام کے ساتھ ابن عبداللہ لکھوائیے۔ آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ اس کو کاٹ دو۔ حضرت علی نے کہا کہ میں تو نہیں کاٹ سکتا۔ آپ نے خود کاٹ دیا۔ پھر فرمایا اچھا لاؤ میں لکھ دیتا ہوں۔ حضرت علی نے اس جگہ یہ لکھ دیا کہ یہ معاہدہ صلح محمد بن عبداللہ اور قریش کے درمیان ہوتا ہے۔

معاہدہ کی شرائط یہ تھیں:

(۱) [illegible] اس سال واپس چلے جائیں لیکن آئندہ سال وہ عمرہ کے آئیں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہریں گے۔ ہتھیار نہیں لائیں گے۔ صرف مسافر کے ہتھیار

(۲) مکہ میں جو مسلمان مقیم ہیں ان سے وہ کسی قسم کا تعرض نہیں کریں گے۔

---

۱ صحیح بخاری کتاب الشروط باب ہذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ

لیکن قافلہ کے ساتھ آئے ہوئے مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رک جانا چاہے تو اسے
پیغمبر اسلام کی طرف سے اجازت ہوگی۔

(۳) اگر قریش کا کوئی شخص بھاگ کر مسلمانوں کے پاس پہنچ جائے تو واپس کر دیا
جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان آکر قریش سے ملنے کی خواہش ظاہر کرے تو وہ واپس نہیں بھیجا جائے گا۔

(۴) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ مسلمانوں اور قریش میں سے جس فریق کے ساتھ
چاہیں معاہدہ کر لیں۔

(۵) دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی اور ہر شخص کو امن و اطمینان کے ساتھ
رہنے کا موقع ملے گا۔

(۶) اس سال محمد رسول اللہ واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال عمرہ کے لیے مکہ میں
آئیں گے۔ تین دن قیام کریں گے۔ ہتھیار نیام میں رہیں گے۔ اور کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے
سوائے مسافروں کے ہتھیاروں کے جو نیام میں بند ہوں گے۔

(۷) مکہ میں کوئی مسلمان روکا نہیں جائے گا لیکن اس نے مکہ میں رہ کر عبادت نہیں کرنی ہوگی۔

(۸) اس معاہدہ کی مدت دس سال ہوگی۔

جب یہ معاہدہ لکھا جا چکا تو حاضرین کو گواہ بنایا گیا۔ ان میں ابوبکر، عمر، عثمان،
علی، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، ابوعبیدہ بن الجراح، اسید بن حضیر
اور بشر بن سعد کے نام ملتے ہیں۔ معاہدہ پر دستخط ہو چکے تو آنحضرت صلعم نے صحابہ سے
کہا کہ اب جانوروں کو قربان کر دو اور سر منڈوا لو۔ لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا۔
آپ نے تین بار یہ حکم دہرایا مگر کسی نے توجہ نہ دی۔ آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور خیمہ میں
گئے۔ وہاں ام سلمہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ خود جا کر قربانی کر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔
آپ کو دیکھ کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور قربانیاں کر دیں۔ پھر ایک دوسرے کے سر منڈوانے
لگے۔ اتنا ہجوم ہوا کہ قریب تھا کہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے۔ آخر آنحضرت صلعم نے
ان کو روکا۔ پھر آپ نے حلق کرانے والوں کے لیے تین بار دعا کی اور بال کترانے والوں کے لیے
ایک بار۔ اس کے بعد آپ مدینہ کو روانہ ہو گئے۔[1]

---

[1] سیرت ابن ہشام کی سیاسی زندگی صفحہ ۲۲۴

[illegible]

[illegible]

اپنے مخصوص سفر کے ذریعے دعوت نامے روانہ فرمائے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب "رسول اکرم کی سیاسی زندگی" میں ان میں سے بعض مکتوبات کی عکسی تصویریں شائع کی گئی ہیں۔

قیصر روم کے پاس مکتوب گرامی لے کر حضرت دحیہ کلبی گئے تھے۔ ان دنوں وہ ایرانیوں پر فتحیابی کا شکریہ ادا کرنے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ وہیں اس کو خط دیا۔ اس نے خط پڑھ کر حکم دیا کہ عرب کا کوئی شخص مل سکے تو لائے۔ اتفاق سے ابوسفیان اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ غزہ میں تھے۔ قیصر کے آدمی ان کو غزہ سے بلا کر لے آئے۔

قیصر نے دربار منعقد کیا۔ اپنے تخت کے چاروں طرف پادریوں اور بڑے بڑے رومی سرداروں کو جمع کیا اور ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھ کر کہ یہ شخص جو اپنے کو نبی کہتا ہے، کیسا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ تب قیصر نے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ میں ان سے کچھ سوال کروں گا۔ اگر یہ کسی بات کا غلط جواب دیں تو تم لوگ ان کو جھوٹا کہہ دینا۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی میرا جھوٹ کھول دیں گے تو میں غلط بات بتا دیتا اور جھوٹ بول جاتا مگر اس خیال سے کہ ابھی گھر پہنچ کر ان سے بھی ملنا ہے، میں نے سچ سچ بتانے کا ارادہ کر لیا۔

قیصر — نبی ہونے کا دعویٰ کیسا ہے؟

ابوسفیان — شریف ہے۔

قیصر — اس کے خاندان میں کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان — نہیں۔

تنویر — اس کے خیالات میں کوئی پریشانی گزرا ہے؟

پرستیان — نہیں

تنویر — تک پیروؤں میں کمزور لوگ زیادہ ہیں یہ صاحب اثر؟

اجرستیان — کمزور۔

تنویر — اس سے پیروشہ رہتے ہیں یا گنتی چار ہیں؟

اجرستیان — بڑے رہتے ہیں۔

تنویر — تم لوگوں سے کس طرح [illegible]

اجرستیان — نہیں

تنویر — [illegible]

اجرستیان — [illegible]

تنویر — [illegible]

اجرستیان — [illegible]

تنویر — [illegible]

اجرستیان — [illegible]

تنویر — [illegible]

اجرستیان — [illegible]

خانہ خراب میں پیدا ہوتے ہیں۔ تم سے پہلے کتنے زمانوں میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم سمجھتا کہ یہی کہا ہے۔ تم کہتے ہو کہ ہم سے پہلے کوئی بادشاہ نہیں گزرا ہے ورنہ ہم خیال کرتا کہ اسکو بھی بادشاہت کی ہوس ہے۔ تم سلسلہ ہستی کو دیکھو کہ اس سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ جو شخص آپ سے آپ نبی بن بیٹھا ہے اس کو ہم کیونکر نبی مان لیں۔ تم کہتے ہو کہ ہم نے اس کی پیشگوئیاں سنی ہیں۔ پیغمبروں کے پیرو شروع میں ہمیشہ غریب ہی ہوتے آئے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ اس نے غریبوں کی تربیت کی ہے۔ آپ مذہب کا بانی ہوا ہے۔ تم کہتے ہو کہ اس نے کبھی فریب نہیں کیا۔ پیغمبر کبھی فریب نہیں کرتے۔ تم کہتے ہو کہ وہ نماز، توحید، پرہیزگاری سکھاتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر ہمیں اس سے کچھ نہیں لینا۔ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔ ایک بچہ بھی جانتا ہے۔ ہم تو اس کو تب نبی مانیں گے جب وہ ہمارے پاؤں دھوئے۔

تقریر ختم ہوئی تو پیغمبر نے حکم دیا۔ رسول مقبول صلعم کا خط بادشاہ کے نام پڑھا جائے۔ وہ خط یہ تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے یہ خط قسطنطین کے نام ہے جو روم کا بادشاہ ہے۔ اس کو سلامتی ہو ہدایت کی پیروی سے۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر تو سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تو نہ مانے گا تو تمام رعایا کے گناہ تیرے اوپر ہوں گے۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں

---

۱ سیرت النبی

میں ہوا ہے۔ اے پیغمبر خدا ہماری مدد کر اور خدا کے بندوں کو بلا وہ سب تیرے پاس
جمع ہوں گے۔"

قریش کی اس بدعہدی سے آپ بہت ملول ہوئے۔ تاہم آپ نے ہمت نہ ہاری۔
ایک خاص تدبیر کے ذریعہ قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ تم نے ہمارے ساتھ
معاہدہ کیا تھا۔ تم نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ قریش نے جواب دیا کہ ہم
ہوشیار ہیں۔ ہم نے معاہدہ ہرگز نہیں کیا۔ قریش نے کہا کہ ہم تو
کہ انہیں صرف تیسری شرط یاد تھی کہ اگر محمد کے لوگ کے پاس
آئے تو ہم اس کی مدد کریں گے۔ اگر قریش کے پاس
پیغام بھیجا کہ تم ہمارے دشمنوں کے پاس آنے سے
ہمارے دشمنوں کی تیاریاں شروع کر دیں۔

(۴) دشمن کے زخمیوں اور بیماروں کو قتل نہ کیا جائے

اہلِ مکہ کی طاقت تو ٹوٹ چکی تھی اور وہ مسلمانوں سے بہت خوب ہار چکے تھے کہ ان کی اکثریت نے اپنے کی تین شرطوں میں سے ایک نہ ایک پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ باقی نے مقابلہ کیا مگر جلد ہی وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے اور کفر کی طاقت ختم ہو گئی۔

رسول اللہ صلعم شہر میں داخل ہوئے تو سارا شہر آپ کے استقبال کے لئے امڈ آیا تھا۔ اونٹ پر آپ کے ساتھ آپ کے آزاد کردہ غلام زید بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ سیدھے حرم شریف تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے آپ نے خانہ کعبہ کے باطل معبودوں کو ٹھوکر دے کر گرا دیا اور فرمایا:

جاء الحق وزھق الباطل وما یبدئ الباطل وما یعید

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل پھر نہ آئے گا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے مکہ میں پندرہ دن قیام فرمایا۔ آپ نے اس عرصہ میں بہت سے کام کئے۔ ایک بار آپ نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ آپ نے بیت اللہ کے اندر اور باہر جو بت تھے ان کو صاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ "کوئی خدا کے سوا عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلا ہی دشمنوں کی جماعتوں کو شکست دی۔" آپ نے فرمایا "اے مکہ والو! تم سے خدا جاہلیت کا غرور اور باپ دادا پر فخر کرنا دور کر چکا ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔"

آپ نے فرمایا "اے قریش! تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟" انہوں نے کہا "آپ ہمارے شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔" آپ نے فرمایا "جاؤ تم سب آزاد ہو۔" آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا "آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں۔ خدا تمہیں معاف کرے۔ وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

عثمان بن ابی طلحہ کے پاس خانہ کعبہ کی کنجی تھی۔ آپ نے عثمان کو بلایا اور کنجی ان کے حوالے کی۔ آپ نے عثمان سے کہا "یہ کنجی ہمیشہ تمہارے خاندان میں رہے گی۔ کوئی تم سے یہ کنجی نہیں چھینے گا۔ صرف ظالم ہی اسے تم سے چھین سکتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "اے عثمان! خدا نے تمہیں اس لئے مقرر کیا ہے کہ تم اس کے گھر کی حفاظت کرو۔ جو شخص نماز کے وقت تمہارے پاس آئے اس کو دروازہ کھولنا تمہارا کام ہے۔ جو شخص اس گھر میں نماز پڑھے گا وہ اس دن سے زیادہ عزت پائے گا۔"

عثمان خوشی و مسرت سے غرق ہو رہے تھے لیکن جب آپ نے

[illegible] عثمان نے کنجی پیش کی۔ آپ دروازہ کھول کر اندر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا فرمائی۔

اس اثنا میں رؤسائے قریش صحن حرم میں جمع ہو گئے تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جن کی ایذا رسانیوں سے بیگناہ مسلمانوں کا خون بہا تھا جنہوں نے سیکڑوں مسلمانوں کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچائی تھیں اور ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا۔ بارہا مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ غرضیکہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ آنحضرت ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:۔

[illegible] اللہ تعالیٰ جاہلیت کا غرور اور نسبی تفاخر توڑ دیا۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے تھی۔ فرمایا آیت:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

[illegible]

[illegible] کہ آپ کیا سلوک کریں گے؟ لیکن تمہارا کیا خیال ہے؟ [illegible]

آپ نے فرمایا تم سب آزاد ہو۔ جاؤ تم سب کو معاف کیا۔ [illegible]

[illegible]

والوں سے بیعت لی۔ حضرت عمر فاروق ایک ایک شخص کو پیش کرتے جاتے تھے اور آپ بیعت لیتے جاتے تھے۔ ہر شخص کو اقرار کرنا پڑتا تھا کہ میں نہ تو ذات میں اور نہ صفات میں خدا کے ساتھ کسی کو شریک کروں گا۔ نہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت کروں گا۔ نہ اس کے سوا کسی سے مدد مانگوں گا۔ چوری، زنا، خون ناحق، جھوٹ، بہتان اور ہر ایسی کوشش جو اللہ کے رواج سے دور ہو گی اور ہر اچھی بات میں اللہ کی اطاعت پر کمر کروں گا۔[1]

کہ میں مہاجروں کے مکانوں پر مشرکوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب انصار نے ان کی واپسی کی درخواست کی لیکن آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ از خود دست بردار ہو جائیں۔ [illegible] قاضی سلیمان منصور پوری علیہ الرحمۃ آپ کا مندرجہ بالا کارنامہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جن مہاجروں کو اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑنے پڑے تھے اب ان کی واپسی کا سوال کیوں کر پیدا ہو سکتا تھا۔"[2]

(۵)

مکہ قلب عرب تھا اور بیت اللہ کے مجاور ہونے کی حیثیت سے قریش وہاں کے [illegible] اس بنا پر قبائل [illegible] قریش کے [illegible] آنحضرت صلعم [illegible] اور [illegible] آپ کو اس کا [illegible] آپ کی آخری بیماری کے [illegible]

---

[1] [illegible]

"عن قریب تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال
کی بابت دریافت فرمائے گا"

"خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو"

"ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں"

"جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کر دیئے گئے اور سب سے
پہلے میں اپنے خاندان کے خون (ربیعہ بن حارث کا خون) باطل قرار دیتا ہوں"

"لوگو! اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو"

"نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی نئی امت ہی پیدا ہوگی"

"لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت دریافت کیا جائے گا تو تم کیا
جواب دو گے؟"

صحابہ نے عرض کیا "ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا
دیا حق رسالت ادا کر دیا"

آپ نے آسمان کی طرف کلمے کی انگلی اٹھا کر فرمایا "اے اللہ تو گواہ رہنا"

روایات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حج کے بعد وہ پیراہن جو آپ نے زیب تن فرمایا تھا
قیمت، ایک روپیہ سے زائد نہ تھی!

خطبہ کے اختتام پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

---

۱ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کو ایک شخص نے قتل کر دیا تھا اور اس کے خون کے
بدلے ایک خاندان کی قربانی پیش آنا تھی۔

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

(آج ہم نے تمہارا مذہب مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام منتخب کر لیا)

آج زمانے نے ایک نیا جنم لیا تھا۔ ایک نئی شریعت اور ایک نئی امت وجود میں آنی تھی اور یہ "زمانہ" یہ کام اسی خطہ پر کیا جس پر وہ نہ جانے کب سے خلق ہونے کے منتظر تھا۔

جب آپ کے شہداء کی لاشیں کربلا اور فرات میں زمانے کے نیزوں کے نیچے دفن ہو رہی تھیں۔ شروع ماہ صفر سنہ ۶۱ھ میں ایک روز آپ احمد کے گنبد بیضا میں تشریف لے گئے اور سنہ ۶۰ھ کے لئے دعا فرمائی اور دیکھنے والوں نے کہا ہے کہ اس وقت یہ دعا آپ نے روتے ہوئے کی تھی۔ اس دعا کو وداع کرتے ہوئے کہا تھا جس میں فرمایا:۔

"حسین کا خون نہیں ہے کہ تم پیاسے لبوں شہید کرنے لگو کہ جس سے خون نہ گرے گا۔ زمین کا قطرہ نہ ہوگا اور اسکی شہادت میں کشت خون نہ کرے گا۔ اس کی تربت پاک نہ ہوگی جب تک اس سے قبل تم میں پاک نہ ہو جائیں"

---

۱ صحیح بخاری باب بنیان الکعبہ
۲ سنن ابن ماجہ باب فضائل مکہ

آپ کو بہت کمزور محسوس ہوئی۔ لیکن آپ نے دن دوبارہ ان ہی کے متعلق ارشاد فرمایا جن کے
آخری وقت تک حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے رہے۔

دوسرے دن ظہر کے وقت مزاج گرامی قدرے سکون پذیر ہوا تو آپ حکم سے
پانی کی سات مشکیں آپ پر ڈالی گئیں۔ غسل ہو چکا تو حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کے سہارے
مسجد تشریف لے گئے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ
کی آہٹ پائی تو وہ پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ نے شانہ مبارک دبا کر ان کے پہلو میں
بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اس میں آپ ابوبکرؓ حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا کر رہے تھے۔

نماز کے بعد آپ نے آخری خطبہ دیا۔ یہ آپ کی آخری خطبہ تھا۔ آپ نے فرمایا:

"اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے
لے یا جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کو لے لے، اور اس نے آخرت ہی کو پسند کیا۔"

یہ سنتے ہی ابوبکرؓ رو پڑے۔ ان کی دوستانہ محبت نے سمجھ لیا کہ
یہ اشارہ آپ کی طرف ہے۔ آپ نے فرمایا:

"ابوبکر! رو نہیں۔ میرے ساتھ تمہاری رفاقت اور مال کی قربانی
کا میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن
اسلامی اخوت اور محبت کافی ہے۔"

"تم سے پہلے قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا
ہے، خبردار! ایسا نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر آپ نے انصار کی خیریت کا خود کہا اور ان کے معاملہ میں وصیت کی کہ

"وہ اپنے احسان کرنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور جو غلطی کرے اس سے درگزر کریں۔"

---

۱ صحیح بخاری

معدہ کے بیمار ہوتا ہے نفع و نقصان کا ذمہ دار ہوں یعنی یہ خیال رہے کہ ان کی نیکیوں کو شمار کرے اور غلطیوں کو معاف کر دے۔

آگے چل کر آپ نے اس نکتہ پر زور دیا کہ شرعی حکام آپ کے نہیں بلکہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔

حلال و حرام کی نسبت میری طرف سے کی جانے والی غلط بیانی کے ایک پہلو کا ذکر ہمارے نبی نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور وہی پہلو حرام کی ہر چیز سے زیادہ قابل اعتراض ہے۔

آخر میں آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ہر انسان کی نجات اس کے اپنے ذمہ ہے۔ کوئی کسی کو دوسرا خدا سے نہیں بچا سکتا۔ آپ نے فرمایا: "اے بنی ہاشم کی بیٹی فاطمہ! اور اے بنی عبد المطلب کی پھوپھی صفیہ! خدا کے یہاں کے لئے کچھ کر لینا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔"

رحلت سے ایک دن قبل آپ نے اپنے غلام آزاد کر دیئے۔ گھر میں جو کچھ تھا دنیا سے بے رغبتی کا اظہار کیا کہ "وہ دینار کہاں ہیں؟" یہ فرما کر چند گھڑی کے لئے بیہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو پھر وہی فکر۔ آپ نے فرمایا کہ "وہ دینار کہاں ہیں؟" یہ فرما کر چند گھڑی کے لئے بیہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو پھر وہی فکر۔ آپ نے فرمایا کہ "وہ دینار کہاں ہیں؟"

شام ہوئی تو حضرت عائشہؓ کے یہاں چراغ جلانے کو تیل نہ تھا۔ ایک پڑوسن سے قرض تیل منگوایا گیا، تب چراغ جلا۔

دوسرے دن فجر کے وقت آپ نے وہ پردہ ہٹایا جو حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے مسکرا دیئے۔ پھر پردہ گرا دیا گیا۔ اس کے بعد کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔

کے نیچے دب کر رہ گئی۔ آیت حرب میں حکومت اسلامیہ کے خلاف
ملت اسلامیہ کے سپہ سالار کی زرہ تین جگہ سے چھید گئی جس میں ایک یہودی کی کیل
رہ گئی۔ باقی اسلحہ آپ نے خود مسلمانوں کو بخش دیئے تھے۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ
صدیقہ کی روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو
نہ اونٹ، نہ بکری"

مقدمات میں صرف چند قسمہ زمین اور سواری کے چند جانور تھے۔ جس کے
متعلق بھی آپ نے فرما دیا تھا کہ ہمارے ہاں کوئی وراثت نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑ
دیں وہ مسلمانوں کا حق ہے"

اور یہ تو سب نے دیکھا ہے جب تک آپ زندہ رہے اپنے عزیز و اقارب
بلکہ اسلام کے نام لیوا آپ کے بڑے بڑے صحابہ اور خدا کے یہاں سے آئے
ہوئے ہدیے تحفے آپ بہت تھوڑا رکھتے تھے اور جو کچھ آتا تو ہر وقت بانٹتے
رہتے رہا ہی کرتے تھے۔

پہلا مقالہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

لفظ معجزہ کا یہ استعمال زیادہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ محض مغالطہ پر مبنی ہے اس سے اس کے خود پیغمبر کا فعل ہونے کی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید میں غالباً اسی لئے کہیں معجزہ کا لفظ نہیں استعمال کیا گیا ہے اور اس کے بجائے آیت (نشانی) اور بُرہان (دلیل) کے الفاظ سے کام لیا گیا ہے۔

معجزہ اور سحر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سحر ایک ہنر، ایک علم ہے جسے سیکھا اور سکھایا جا سکتا ہے۔ معجزہ کسب و اختیار کی چیز نہیں جس طرح نبوت ممکن نہیں کیونکہ یہ ربانی ہے معجزہ بھی کسی خیال توجہ و تصرف یا "قوتِ بازو" سے تعلق نہیں رکھتا ہے۔ سحر طبعی و نفسی مباحث کا نتیجہ ہے معجزہ براہِ راست خدا کی مشیت اور قدرت پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ شعبدہ بازی کا مقصد محض تفنن طبع ہوتا ہے۔ اسی لئے ساحروں کا اخلاقی معیار بلند ہونا متصور نہیں ہوا اور نہ وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔

کیا معجزے واقعی ممکن ہیں؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ اگر ممکن نہ ہوتے تو واقع کیونکر ہوتے، اور ان کے واقع ہونے کی بابت شک کیا جائے تو پھر اس اندازِ فکر کو معجزوں تک ہی کیوں محدود رکھا جائے اور تاریخ کے دوسرے واقعات کیوں مستثنیٰ کر دیئے جائیں۔ رہی یہ بات کہ ان واقعات کا ہونا سمجھ میں نہیں آتا تو جو چیز سمجھ میں نہ آتی ہو اس کی واقعیت سے انکار کر بیٹھنا یہ بھی تو قضائے عقل نہیں ہے۔ بہرحال کوئی متعین شے نہیں ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ:

"عالم کی تاریخ آپ کے سامنے ہے جس میں گزشتہ قوموں کے روحانی مقتدروں کے حالات و سوانح عمری پڑھیں تو آپ کو یہ عجیب نظر آئے گا کہ وہ کچھ دیکھتے تھے جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ وہ کچھ سنتے تھے جو ہم نہیں سن سکتے۔ وہ

وہ کچھ جانتے تھے جو ہم نہیں جان سکتے اور ان سے وہ اعمال سرزد ہوتے تھے جو کسی اور سے نہیں ہو سکتے، یہ وہ کچھ واقعات ہیں جن سے انکار کرنا اسی طرح ممکن ہے جس طرح سکندر اور نپولین کے فتوحات اور بدھ اور موسیٰ علیہما السلام کے وجود سے۔[1]

خواتین کی منصفانہ توجہ و تسہیل پر بے شمار اہل قلم لکھ چکے ہیں۔ یونانی فلاسفہ سے لے کر ہیگل (HEGEL) ہکسلے (HUXLEY) اور ولیم جیمس (WILLIAM JAMES) تک سبھی مفکروں نے اس بحث میں حصہ لیا۔ [illegible] ہے۔ سیرۃ النبی کی تیسری جلد میں [illegible] بحث کی گئی ہے۔ [illegible] یہ [illegible] کا ایک [illegible] میں شامل کر دیا گیا ہے۔ انیسویں [illegible] جیمس (JAMES) [illegible]

(VARIETIES OF RELIGIOUS EXPERIENCE)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(PRINCIPLES OF [illegible]

کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں انھوں نے آخری نتیجہ یہ نکالا ہے کہ[1]:-

"دہریہ سائنس کی حقیقت، نوعیت کے متعلق بحث گذری ہے
ان سے ایک نتیجہ جو صاف طور پر نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمکنار نما نہ
فطرت میں مداخلت خداوندی کے امکان کو کسی طرح باطل نہیں
ٹھہرا سکتے ... جس قدرت نے کائنات، ذی حیات کو خلق کیا وہ ہیرے
مذہب اس میں حذف و اضافہ کبھی کر سکتی ہے۔ اس قسم کے واقعات
ایک معنی کر کے ہمارے لئے ناقابل تعدیہ کہے جا سکتے ہیں، پھر بھی
یہ اس سے زیادہ ناقابل تصدیق نہیں ہیں کہ خود نظم کا وجود ہے"

گویا دوسرے الفاظ میں، خالق فطرت خلاف فطرت کبھی کر سکتا ہے اور کبھی
کبھی اپنی شان کبریائی کا مشاہدہ کرانے کو ایسا کر بھی دیتا ہے۔ یہاں اس مضمون
سب کے مستجابات کے سلسلہ سے اظہار کرنا مقصود نہیں ہے۔ اس کی غرض
صرف یہ ہے کہ مستجابات سبب کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

[1] اخوان الصفا، جلد سوم، ص ۳۰

اگر یہ نہ کیا جائے تو نبی کریم کی زندگی کا ہر باب خود ایک معجزہ نظر آتا ہے۔ پیغمبر اسلام کا قریش کی پیہم سازشوں کے باوجود زندہ و سلامت رہنا، کفر و ظلم کی تاریکی میں توحید کی روشنی پھیلانا، اُمی ہونے کے باوجود قرآن جیسی ثانی نہ رکھنے والی کتاب پیش کرنا، بدر و احد کے بعد بھی دشمنوں کے عظیم طوفان شکن پیہم تک بڑھتے ہوئے فتح مکہ اور پھر آخری حج کے موقع پر ۱۱۴ کے ۱۱۴ ہزار صحابہ کا آپ کے ساتھ ہونا، یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کی مثال کسی اور نبی کی زندگی میں کوئی بات آپ کی ذات کی معجزانہ پر دلالت نہیں کرتی مگر ہر شخص جو آپ کے حالات کے مطابق سوچنا اور سمجھنا چاہتا ہے، یہ جانتا ہے کہ آپ کے اولین مخاطب قریش مکہ تھے جن کی زبان

خواہش ہی کے لئے [illegible]

[illegible]

وَلَا سِنَةٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ
نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ
کون ہے جو اس کے حضور سفارش کرے مگر اس کی اجازت سے؟

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ
وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے،

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ
اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ۖ
اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے،

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ
اور ان کی نگہداشت اس پر گراں نہیں گزرتی،

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ
وہ بلند و برتر ہے، عظیم ہے۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ
دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے الگ ہو کر واضح ہو چکی ہے۔

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ
پس جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایک ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا

لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ
جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کا حامی و مددگار ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ
روشنی میں لاتا ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
تاریکیوں میں لے جاتے ہیں، یہ آگ والے ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

رومیوں سے کہ شاید حضرت عیسیٰ کی تعلیم کہنی ان میں اپنا اثر دکھائے اور وہ آپس کی
کی اس نئی کرن کی حفاظت کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ جو سرزمین عرب سے پھوٹی تھی
چنانچہ رومیوں کی شکست سے مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچی۔ قریش کی طنز نے زخم
پر نمک کا کام کیا اور مسلمانوں کی رنجیدہ دلی اور افسردہ خاطری کو اور بھی مکمل کر دیا۔

یہی اس حالت میں ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھنے والے اپنے نبی کے
ذریعہ مسلمانوں کو یہ مژدہ سنایا:۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ ۝ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۝ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۝ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ (الروم: ۱)

قریب کی سرزمین میں رومی مغلوب ہو گئے
اور وہ مغلوب ہونے کے بعد چند ہی سال میں
غالب آ جائیں گے۔ اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی
اور بعد میں بھی۔ اس دن مسلمان خوشیاں منائیں گے

پیشین گوئی کوئی ایسی ہوائی بات نہیں جو کسی وقت بھی پوری ہو جائے۔ جب پیشین گوئی کے
گمان کے بالکل برخلاف ہو۔ حالات و واقعات اس کے خلاف اشارہ کرتے ہوں۔ ہر
اعتبار سے ناممکن ہو کہ کسی کو اس پر یقین نہ آئے۔ اور اس سب کے باوجود وہ حیرت انگیز
طور پر پوری ہو کر رہے۔ یہ کہ وہ پیشین گوئی جو ہر لحاظ سے ناممکن نظر آتی ہو کسی کی
نشانی کے طور پر پیش کیا جائے۔ اسی لئے یہاں فتح روم کی پیشین گوئی کے تاریخی پس منظر کا تجزیہ
کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۶۰۳ء میں فاکس نامی ایک فوجی سردار نے رومی شہنشاہ ماریس اور اس کے
خاندان کو قتل کر کے تخت شاہی پر قبضہ کر لیا تھا۔ نام نہاد مسیحی دنیا نے شہنشاہ

[illegible] کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ سلطنت روما کی پوری تاریخ میں کبھی غیر ملکی
انگلستان اور فرانس و غیرہ جیسی ہوگئی ہے۔ ہر خود مختار کی اعلان کر چکے تھے۔ آسٹریا سے
لے کر تمام کی دیواروں تک آدمیوں سے قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا تھا۔ [illegible]
گئے تھے۔ [illegible] آباد ہو چکے تھے۔

اس [illegible] کرتے ہوئے [illegible] کے [illegible] مرتبہ مؤرخ ایڈورڈ گبن
(EDWARD GIBBON) نے لکھا ہے کہ روم سلطنت کی مثال اس شاندار درخت
کی سی تھی جس کے سایہ میں ایک وقت میں [illegible] آباد تھیں۔ مگر جب یہ درخت
آفات کے ہاتھوں برباد ہوا تو اس کی شاخیں اور ٹہنیاں ان [illegible] ہوگئیں۔ اب [illegible]
[illegible] اور [illegible] خشک ہو کر [illegible] کے اندر [illegible] گئے۔ [illegible]
[illegible] پہنچ [illegible] تباہ ہو گئے۔ [illegible] کی [illegible]
[illegible] ہل [illegible] تھی۔ اب [illegible] سے [illegible] کی [illegible]
[illegible] کہ [illegible] سے [illegible] کی [illegible] کے [illegible]
[illegible] سے [illegible] کی [illegible]

خود ہرقل (HERACLIUS) کو شاہ ایران سے فرصت نہ ملی۔ [illegible]
ایران میں [illegible] کیے [illegible] کر سکتا تھا۔ [illegible] کی [illegible]
[illegible] کے [illegible] کا اندازہ اس [illegible] سے کیا جا سکتا ہے کہ جب [illegible] کی [illegible]
[illegible] میں [illegible] کی درخواست لے کر گئے تو خسرو پرویز ایران کی [illegible]

(GIBBON, OP. CIT, VOL. II, P. 372) ۲۷۲ ایڈورڈ گبن، جلد ۲، صفحہ

میں ہرقل اپنی فوجیں لے کر ایرانیوں سے بدلہ لینے روانہ ہوا جس وقت یہ لشکر قسطنطنیہ سے
نکلا لوگوں نے سمجھا کہ دنیا رومۃ الکبریٰ کا آخری لشکر دیکھ رہی ہے۔ مگر قرآن کی پیشین گوئی
حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اور رومیوں نے قسطنطنیہ کا ایک ایک ہزار پونڈ کا پتھر

ہرقل نے ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل کو بائیں طرف چھوڑتے ہوئے
خلیج اسکندرونہ میں اپنی فوجیں اتاریں۔ یہ خلیج کالوں کے قتل کرانے کی
وجہ سے ایشیا میں داخل ہونے کا راستہ بند ہونے کے بعد رومیوں کا ایشیا جانے کا
اس سے گزرنا ہوا۔ جزیرہ نما ایشیائے کوچک کے پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا قلب میں پہنچ گیا
اور رومی فوجوں کا زور سے دشمن پر حملہ آور ہونا اور ایرانیوں کے آتشکدے برباد کرنا
مورخین نے خاص طور پر لکھا ہے۔ یہ خبر ایران اور ایرانیوں کے لئے بہت
سخت تھی۔

ایرانیوں کی حالت اس وقت حملہ سے بالکل بے خبر تھی۔ ان کی فوجیں
بلاد مفتوحہ میں تھیں۔ مگر ہرقل نے اس اشارۃ قرآنی کو پورا کرنے کے لئے
اور قرآن کے اشارہ کے مطابق ایران کے شہروں کو برباد کرنے کے لئے ایران کے
اندر داخل ہونا ضروری تھا۔ ایرانیوں کو اس کے حملہ کی خبر نہ تھی۔ ہرقل
بے خبری میں داخل ہوگیا۔

آخر ۶۲۲ء میں جبکہ ایران کے میدان میں ایرانیوں نے رومی
لشکر کو شکست کھائی کہ ان کی سلطنت زیر و زبر ہوگئی اور رومیوں نے اپنی قدیمی
سے نکل کر سلطنت فارس کے قلب میں اپنا آشیانہ نصب کر دیا۔

اس طرح سنہ ۶۲۵ء میں یعنی قرآن کی پیشین گوئی کے [illegible]

لہ کتاب جلد ۲ صفحہ ۳۰۷

قسطنطنیہ واپس آیا۔

آئندہ اس پیشین گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد (صلعم) نے ایران فتح کرنے کے بعد شام پر چڑھائی کی کہ چند سال کے اندر رومی جھنڈے دوبارہ فتح کے ساتھ بلند ہوں گے۔ جب یہ پیشین گوئی کی گئی تو اس سے زیادہ عجیب اور ناقابل یقین بات معلوم نہیں ہوتی تھی کیونکہ ہرقل کے ابتدائی بارہ سال سلطنت روما کے لئے تباہی اور ہلاکت کے سال تھے۔"

اس مہم کی تکمیل کے بعد ہرقل کو اپنے پیدائشی شاہانہ شان و شوکت پر پہنچنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ وہ اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں تھا۔ تمام تر اس بات پر منحصر ہے کہ کسی زندگی کا بہترین اور سب سے زیادہ شاندار دور وہ ہوتا ہے جس میں انسان اپنے بلند ارادوں کا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے صرف اپنی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے پیدا کر دیا تھا۔

ہرقل کی زندگی کا عجیب سلسلہ اس سے تاریخ اور انسان کا فیصلہ ہے کہ ہر قل کے بعد کچھ زیادہ نہیں ہوتا کہ وہ ۶۴۰ء میں مر جاتا۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA)

کا نامہ نگار اس پر رقمطراز ہے کہ:-

"ہرقل کا کردار ایک عجیب معمہ ہے جس کا سلجھانا آسان نہیں ہے۔ ایک بہادر اور بہترین سپاہی اور تجربہ کار جرنیل ہونے کے باوجود نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنی سلطنت کو پھٹتے پھٹتے ہوئے دیکھا۔ زندگی کے مختلف دوروں میں اسکی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بدلنے کے کم از کم ایک واقعہ کو بھی بیان نہیں کیا ہے۔

بعض مستشرقین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر ایسی عجیب بات واقع ہوتی تو صرف اہل مکہ ہی کو نہیں، ساری دنیا کو نظر آتی مگر چاند دنیا کے تمام حصوں میں بیک وقت نظر نہیں آتا ہے۔ قاضی سلیمان منصور پوری نے بڑی محنت سے وقت کا ایک آفاقی نقشہ کیا ہے جس میں دکھایا ہے کہ اگر عرب میں رات کے نو بجے ہوں تو دنیا کے دوسرے حصوں میں کیا وقت ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہندوستان، برما، ترکی، یونان، فرانس، انگلستان، اسپین، پرتگال، امریکا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ میں بارہ بجے رات سے لیکر سہ پہر تک مختلف اوقات ہوں گے۔ چنانچہ دنیا کا بہت بڑا حصہ اس منظر کو دیکھنے سے قدرتی طور پر محروم رہتا۔ وہاں کے باشندے نصف شب تک کار وقتاً فوقتاً بادل آسمان پر چھائے ہوں گے یا پھر فجر میں بند ہوں گے۔ دوسروں نے دیکھا بھی ہوگا ان میں بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہوگی جو خوابِ غفلت کے باعث ایسے مشاہدات کثرت سے ہوتے رہنے کی وجہ سے نہ دیکھتے ہوں گے، کچھ ہی دیر کے لئے ضرور کی توجہ نہیں کرتے ہوں گے، کچھ دیر چند پل کے لئے ان کی توجہ منعطف ہوئی ہوگی، اور اگر دو چار سے اپنی یادداشتوں کو لکھ بھی لیا ہوگا تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی یادداشتیں سیکڑوں دوسرے مسودوں کی طرح ضائع ہو گئی ہوں۔

دنیا میں لاتعداد فلکی نقادات ظاہر ہوئے ہوں گے لیکن ان میں سے کتنے ہیں جو بیسویں کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں؟ تو کیا ان کا درج نہ ہونا عدم وقوع کی دلیل ہے؟ مثلاً انجیل میں یہ ذکر ملتا ہے کہ قریب دن بھر کے سورج کے غروب کی طرف آنے اور یہودی اور عیسائی دونوں اس کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اب کیا کوئی یہ

---

۱۲ کتاب شروع ہے

نظمی جس بنا پر اسکو بیٹھا سکتا ہے کہ قدیم کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا ہے
کہ کرۂ ارض پارہ گھنٹے کے لئے ساکن ہو گیا ہو؟

علامہ سید سلیمان ندوی کے نزدیک اس میں ایک پیغام بھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"چونکہ اللہ نے یہ نشانی محض اہلِ مکہ کے لئے ظاہر کی تھی، اس لئے تمام دنیا میں اسکے بارہ دورہ ہونے کی حاجت نہ تھی اور اس بنا پر گردشِ زمین دنیا کے دوسرے حصوں میں چار گھنٹے کے لئے ساکن ہو گیا ہو تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی بلکہ مکہ کے علاوہ دوسرے شہروں اور ملکوں میں اس کا ظہور نہ ہونا ہی مصلحت اسی تھی۔ کیونکہ اگر یہ دنیا بھر کے لوگوں کو نظر آتا تو یہ سب کہتے کہ یہ بھی آسمان کے طبعی انقلابات میں سے ایک انقلاب تھا۔ وہم انکی تاثرات سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا۔ مگر جب اہلِ مکہ کے علاوہ جزیرہ نما عرب کے شہر میں یا باہر سفر میں تھے صرف ان ہی کو نظر آیا تو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یہ فعل آنحضرت صلعم کے ایک نشان کے طور پر ظاہر ہوا تھا۔"

بہرحال یہ تو ہم پہلے کہہ آئے ہیں معجزات پر یقین کرنے کی پہلی شرط اعتقاد و غیب کا تسلیم کرنا ہے، اس کے بعد یہ سوال کی مدلل بحث ہے کہ اس عمارت کارخانہ کائنات کی بنیاد کسی شعور پر ہے یا یہ ہاں ہو گیا ہے جو کچھ بھی ہے وہ تمام تر بنا بر اتفاق ہے

۱؎ سیرت النبی جلد سوم حصہ دوم ص ۵۵۰

ہمچنیں وہ اب بیسویں صدی کے سائنس دانوں کی نظر میں ایک واہمہ زیادہ
حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

برقیات کے انکشافات نے مادہ کی سی حقیقت کا قلع قمع کر دیا ہے۔ یہ تو
برقیات کی انتہائی حقیقت کیا ہے یہ کسی کو نہیں معلوم ہے۔ سائنس کی
سائنس فلسفیانہ کہتا ہے۔ یہ برقی تصورات کا جب بات ہے۔ وہ
کو سب سے بڑا شعور کو قرار دینے لگے ہیں۔ یہ برقی کائنات کی
یہاں سے میکانیکی عمل کا نتیجہ نہیں ہے کہ ایک ذہن
طرح جب سارے کائنات ہی ایک ذہنی حدود کی
مہروں کی آتی ہے۔ یہ
دوگنا ہے۔ اور یہ

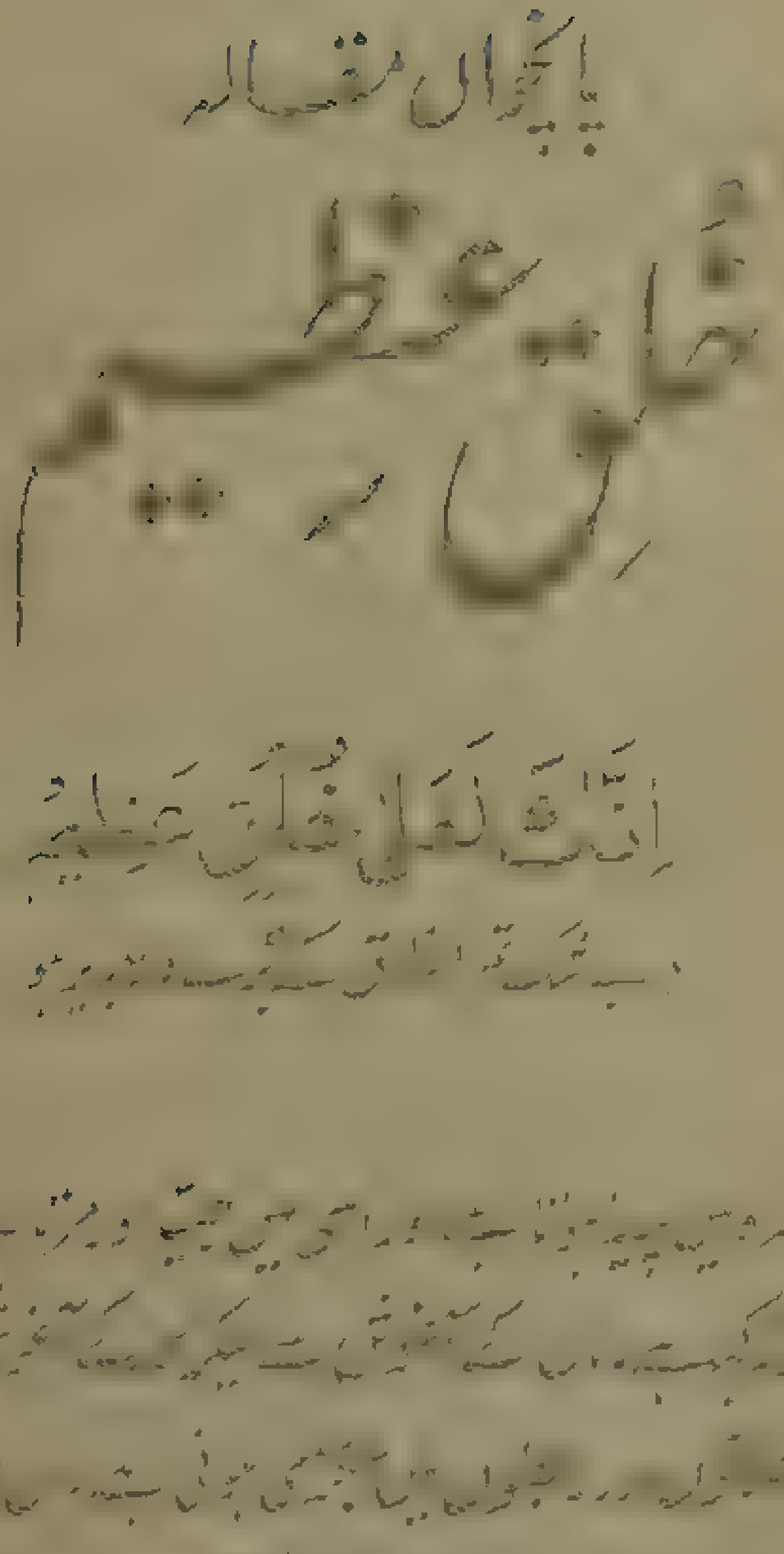

جہاں بن دیا ہے۔ ہم پر ہمارے گھر کے حقوق ہیں، ہمارے محلہ کے حقوق ہیں، ہمارے شہر ہمارے ملک اور کل دنیا کے حقوق ہیں اور ان سب پر ہمارا حق ہے۔ ہر شخص ان حقوق اور ذمہ داریوں کو برتنے میں جتنا زیادہ کامیاب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ شریف، شائستہ اور معیاری شہری سمجھا جاتا ہے۔

ایک فرد اور دوسرے فرد یا افراد اور معاشرہ کے رشتوں اور تعلقات کے لئے انصاف اور ہمدردی اور سلامتی کی بنیادوں پر رکھنے کے لئے وہ چیز جو بنیادی اور اخلاق ہماری نیکی اور اچھائی زندگی کی خصوصیت اور اس کے اوصاف سمجھے جاتے ہیں اگر ان میں ہے۔

دنیا کے سارے مذہبوں نے اپنی بنیاد اخلاق پر رکھی ہے۔ اسلام نے تو اخلاق کو عبادت سے بھی بڑا بتایا ہے اور کہا ہے کہ فرد شرک کے علاوہ گناہ کے نزدیک معافی کے قابل ہو سکتا ہے، باہم انسانوں کے اخلاقی فرائض کی کوتاہی کو معافی ان بندوں کے ہاتھ میں دی ہے جن کے حق میں وہ ظلم ہوا ہے۔

اسلام اخلاق حسنہ کو ایمان کی پہچان اور اسکے ثمرات و ثمرات بتاتا ہے۔ ایمان کے اخلاق بنتے ہیں اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط اور اسکی بنیاد مستحکم ہوگی۔ اگر کوئی شخص ایمان کا دعویدار ہو اور خدا کی عبادت کا بھی اہتمام کرتا ہو مگر اخلاق کی دولت سے محروم ہو اہل و عیال، اعزا و اقربا، دوست و احباب پڑوسی، اہل وطن و رشتہ داری انسانی برادری حتیٰ کہ جانوروں تک سے اس کا حسن سلوک نہ ہو تو یہ عملی ثبوت اس بات کا ہوگا کہ اس کا ایمان جس کی زبان سے، اگر اس کے نفس کی گہرائیوں تک نہیں پہنچا ہے۔

رہتے کچھ زمانہ پڑھنے سے ملتا ہے"

"قیامت کے دن زبان آپ کے اخلاق سے زیادہ بھاری وزنی چیز نہیں ہوگی"

"آپ کے اخلاق دنیا و آخرت کی نیکیاں لے گیا"

آنحضرت صلعم کے مبارک میں دو عادتیں بڑی پائی گئیں۔ ایک تو یہ کہ آپ ہمیشہ عبادت کرتے تھے۔ صدقہ دیتے تھے۔ اور زبان اور ہاتھ سے لوگوں کے دل خوش کرتے تھے۔ دوسری عادت یہ تھی کہ فرض نماز کے سوا اور نفل نماز گھر میں پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ رات بھر نماز پڑھتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے بیبی عائشہ سے بات فرمائی کہ اس میں کوئی نیکی نہیں ہوتی جو آپ نہ کرتے ہوں۔ اور دوسری بات فرمائی کہ وہ بھی ہوتی ہے۔

اصل میں دوسری بات کی وجہ سے اس کی اخلاقی عبادتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور مکمل ہو گئی تھیں اور دوسری نعمت جس کی بدولت سے آپ نے اخلاق حسنہ کی تربیت غایت درجہ کی پائی تھی وہ یہ تھی کہ آپ کو خدا کی بندگی کی عادت تھی۔ اس لئے آپ ہر بات میں خدا کی مرضی کو ڈھونڈتے تھے۔ اور اپنی ذاتی غرض سے بلند ہو جاتے تھے۔ اسی لئے آپ کو ہر بات میں خدا کی مرضی معلوم ہو جاتی تھی۔ اور آپ کی طبیعت ایسی پاک ہو گئی تھی کہ آپ کے دل میں خدا کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں آتی تھی۔ اور اسی لئے آپ کے کام کے پیچھے ہوا و ہوس کی کوئی غرض نہ ہوتی تھی۔ اور آپ کے کام خدا کی مرضی کے موافق ہوتے تھے۔ اور اللہ کی خوشی کے لئے ہوتے تھے۔ اپنے نفس کی تسکین یا دنیا کی مسرت یا جہنم کے خوف سے نہیں ہوتے تھے۔

اس سے حکمرانی حیثیت اور آخرت کے اجر و ثواب کی نسبت اس میں لاپرواہی نہ کرنے لگے
اور تعلیم اور تعلیمات کا ناس نہ ہو جائے۔

انسانی فطرت کی نگارشی، طبائع کا تنوع اور ایک واقعہ یا بیان سے
مختلف لوگوں کے متاثر ہونے کی کیفیات میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا تقاضہ ہے
کہ بیان میں اختلاف پیدا کیا جائے اور مختلف انداز سے اس میں نرمی و گرمی، اجمال و تفصیل
تکرار کی جائے۔ کہیں ترغیب دلائی جائے۔ کہیں تنبیہ اور سختی کا بھی مظاہرہ کیا جائے
کہیں بندہ کو سرکش نفس کی کمزوریوں سے آگاہ کیا جائے۔ کہیں اس کی بے بضاعتی
اور عاجزی و فروتنی، رحم و شفقت، عفو و درگزر کی بھی تلقین کی جائے۔
کہیں اس کو آخرت کی جوابدہی کا احساس دلایا جائے۔ کہیں اس کو اپنے آغوش
رحمت میں لینے کی بشارت دی جائے۔ کہیں اس کو اس کے رب کی نعمتوں کا
یاد دلا کر شکر کی طرف متوجہ کیا جائے۔ کہیں اس کو اس کے رب کی
قدرت کی نشانیوں کی طرف توجہ دلا کر اس کے دل میں خشیت پیدا کی جائے
کہیں اس کو اس کے رب کی رحمت کی امید دلائی جائے۔ کہیں اس کو اس کے رب کی
ناراضگی سے ڈرایا جائے۔ کہیں اس کو اس کے رب کی محبت کی طرف بلایا جائے
کہیں اس کو اس کے رب کی عظمت و جلال کا احساس دلایا جائے۔ کہیں اس کو
اس کے رب کی رحمت و شفقت کا یقین دلایا جائے۔ کہیں اس کو اس کے رب کی
[illegible]

کے مظاہر ہو گئے ہیں۔ اسکے برخلاف دوسرے مذاہب ان کمیات کے بزئیات
کی نہایت نا مکمل امثال آشریکی ہے۔

اسلامی اخلاقیات کی ایک اور خوبی جو اسے دوسرے مکاتب اخلاق پر فوقیت
دیتی ہے اس کا معلم اخلاق کا وہ عظیم الشان اسلوب تعلیم ہے جس کی مثال تاریخ
کرہ ارض کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ آپ نے قول کے ساتھ عمل کو اتنے مکمل طریقہ پر
ملا دیا تھا کہ آپ کی ذات مبارک قرآن مجید کی عملی تفسیر بن گئی۔ زندہ و تابندہ تفسیر بن گئی
تھی۔

جس کے پیرو دنیا میں اتنے ذلیل و خوار ہیں کہ وہ خود اپنی زندگی کو اس نسخہ کیمیا سے
بدلنے کی طاقت سے محروم ہو کر نہ گزرے تو اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔
کیونکہ پیرو کا قیم کی حیثیت رکھنے کے بجائے خود ان کی زندگی ہی اصول مسلمہ
کی تردید بن جاتی ہے۔ ہر پیرو مسلم کی شخصیت ہی گویا ایک پیشانی ہے جس
پر آپ کی زندگی کے تابناک اصول لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کی زندگی
میں کیسے کیسے نازک مواقع آئے، کیسے کیسے آزمائشوں کے امتحان آپ نے دیئے
اور ہر امتحان میں آپ کامیاب و کامران کے شاندار نشانے بن کر اتنے بلند و بالا
پیمانہ پر اپنی زندگی کے نقوش چھوڑ گئے کہ آج تک دنیا کی کوئی طاقت
ان نقوش کو مٹا نہیں سکی۔ آپ کی زندگی کے یہ نقوش آج بھی ہر مسلمان کے
دل و دماغ پر ثبت ہیں۔ ان نقوش کی روشنی میں ہر مسلمان اپنی زندگی کے
راستہ کو طے کرتا ہے۔ ان نقوش کی روشنی میں ہر مسلمان اپنی زندگی کے
مسائل کو حل کرتا ہے۔ ان نقوش کی روشنی میں ہر مسلمان اپنی زندگی کے
فیصلے کرتا ہے۔ ان نقوش کی روشنی میں ہر مسلمان اپنی زندگی کے
نازک لمحات میں اپنے لئے راہ عمل تلاش کرتا ہے۔ ان نقوش کی روشنی میں
ہر مسلمان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے لئے لائحہ عمل تیار کرتا ہے۔
ان نقوش کی روشنی میں ہر مسلمان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے لئے
لائحہ عمل تیار کرتا ہے۔ ان نقوش کی روشنی میں ہر مسلمان اپنی زندگی کے

سنہ ۱۹۶۵ء بنام محمد شفیع صاحب

سلطنت بھی اٹھایا۔ دین پاک کے سب سے بڑے مبلغ، ہادی اور رہبر کو قرض بھی ادا کیا!
اور مسلمانوں کی آزاد ریاست کی داغ بیل بھی ڈالی۔

نرمی اور سختی کے مواقع کو رسول اللہ صلعم خوب پہچانتے تھے۔ جہاں حدود اللہ
کے ٹوٹنے کا سوال ہوتا وہاں آپ سختی کرتے نہیں ہل نہ فرماتے اور جہاں مستحبات
اور اخلاقی فضائل اور رذائل ہی سے تعلق ہوتا وہاں آپ نرمی ہی سے کام لیتے تھے۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ
نہیں لیا۔ مگر جو کوئی شریعت کی حدود توڑتا اسے سزا دیتے تھے۔

ایک بار قریش کی ایک خاتون چوری کے جرم میں پکڑی گئیں۔ بعض قریشیوں
صحابہ نے ان کی سفارش کرنا چاہی تو آپ نے ان کی ایک نہ سنی اور فرمایا۔ تم سے پہلے
کی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں معمولی لوگ جرم کرتے تھے تو ان کو
سزا دی جاتی تھی۔ اور جب بڑے لوگ کرتے تھے تو ان کا جرم نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔
اسی موقع پر یہ بھی فرمایا کہ خدا کی قسم اگر میری بیٹی بھی یہ جرم کرتی تو میں اس پر
قانون کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔

اسی طرح نرمی کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں ایک بدوی
اتفاق سے اسے پیشاب کی حاجت ہوئی تو وہ وہیں مسجد کے صحن میں پیشاب کرنے لگا۔
صحابہ نے یہ دیکھ کر چاروں طرف سے اسے ڈانٹنا شروع کیا۔ آپ نے روک اور
فرمایا کہ تم سختی کے لئے نہیں بلکہ نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو۔ اٹھو اور اس پیشاب
کو دھو کر صاف کر دو۔ یہ مساجد عبادت کے گھر ہیں۔ یہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ یہ پیشاب
پاخانہ کی جگہ نہیں ہے۔ اور لوگوں سے فرمایا کہ اس پر پانی بہا دو۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی بابت حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے سارے ہی مختصر ایک جملہ میں کہہ دیا۔ انھوں نے فرمایا:-

"آپ کا اخلاق سراسر قرآن تھا"

ایک اور موقع پر آپ نے خود تفصیل سے بتایا کہ:-

"آنحضرت صلعم کی عادت کسی کو برا کہنے کی نہ تھی۔ آپ برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ اسے معاف کر دیتے تھے۔ جب آپ کو کسی دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو ان میں سے آسان کو اختیار کرتے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہوتی۔ گناہ سے آپ بہت دور رہتے تھے۔ کبھی اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔ لیکن یہ کہ اللہ کی نافرمانی کی جائے تو اس سے ضرور انتقام لیتے۔ اپنے ذاتی معاملات میں آپ کی سزا تنبیہ یا زیادہ سے زیادہ یہ ہوتی کہ آپ کسی سے بات چیت بند کر دیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں بھیجی۔ نہ کسی کو برا بھلا کہا۔ نہ کسی خدمت یا خادم یا جانور کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ بشرطیکہ وہ جانور نہ آپ کے کھیت کو نقصان پہنچاتا۔ اگر کوئی آپ سے بیجا گفتگو کرتا یا زیادتی کرتا تو مسکراتے ہوئے ٹال دیتے۔ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنا پڑتا تو ہمیشہ آسان بات اختیار کرتے۔ بشرطیکہ اس میں گناہ کا شائبہ نہ ہوتا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ کی آنحضرت سے یہ گہری وفاداری کا صلہ ہے کہ آپ کا نام

ان سے حضرت امام حسینؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ:-

"آپ ہمیشہ غمگین و فکرمند رہتے تھے۔ راحت و آرام کبھی نصیب نہ ہوا۔ بے ضرورت گفتگو نہ کرتے تھے نہ کوئی بیہودہ کلمہ منہ سے نکالتے تھے۔ نہ عیب جوئی اور سخت گیری تھی۔ کوئی بات ناپسند ہوتی تو اشارہ فرماتے تھے۔ آپ اپنے نفس سے یہ تین باتیں بالکل خارج کر دی تھیں (۱) بحث و مباحثہ (۲) بے ضرورت بات چیت (۳) بے مطلب کی باتیں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔ (۱) کسی کو برا نہیں کہتے تھے (۲) کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے۔ (۳) کسی کی ٹوہ میں نہیں لگتے تھے۔ جو بات سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس بات کو نہ کہتے نہ سنتے تھے۔ آپ کی تعریف میں یہ کہتے تھے کہ آپ کو کوئی بات غصہ نہیں دلا سکتی تھی۔ کوئی دنیاوی بات پر غصہ نہیں فرماتے تھے۔ کسی کی بات کاٹتے نہ تھے۔ جب تک کہ وہ حد سے نہ بڑھ جائے۔ اس کو روک دیتے تھے۔ یا اٹھ کر چلا جاتا تھا۔ کسی کو ناامید نہیں کرتے تھے۔ آپ میں تین باتیں نہ تھیں۔ تکبر، بے ضرورت بات چیت، فضول باتیں۔ اسی طرح تین باتوں سے دوسروں کو محفوظ رکھتے تھے۔ نہ کسی کی مذمت کرتے تھے نہ عیب جوئی۔ نہ کسی کی ٹوہ میں لگتے تھے۔ آپ صرف ایسی بات کرتے تھے جس سے ثواب کی امید ہو۔ جب گفتگو فرماتے تھے تو حاضرین ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ خاموش ہوتے تھے تو حاضرین گفتگو کرتے تھے۔ آپ کے سامنے کوئی شخص بے ضرورت گفتگو نہیں کرتا تھا۔ اگر کوئی ایسی حرکت کرتا تو آپ اس کو منع فرما دیتے تھے یا اٹھ کر چلے جاتے تھے۔

حضرت حسنؓ بیان فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے آپ کے اخلاق کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:-

---

۱؎ شمائل ترمذی کے حوالہ سے

"میں نے دس برس تک آپ کی خدمت کی مگر آپ نے کبھی کسی
معاملہ میں باز پرس نہیں فرمائی۔"

پاکیزہ اخلاق پیغمبر ہمیں ہر آن آپ کی صحبت میں رہنے کہتے ہیں کہ آپ ہمارے
اور قریب تر ہو جائیں

آپ کے سوانح نگار امام حافظ ابن حجر اپنی کتاب "اصابہ" میں تحریر فرماتے ہیں:-

"آپ غریبوں کو خود پیدل جا کر ملتے تھے۔ مریض کی عیادت کرتے تھے۔
جنازوں کے ساتھ جاتے تھے، غلاموں کی دعوت قبول کرتے تھے۔ اور ان کے
ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے۔ بازار سے سودا خرید لاتے تھے۔ اور اپنی
خود مدد کرتے تھے۔ کوئی سائل ہوتا تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر
دیتے۔ غرض آپ میں بشری ترک میں فرق نہ رہتے تھے۔ اور ان کا ہاتھ
ان کے کپڑے کی بہ نسبت کسی شخص کو تکلیف دیتا تھا۔ نہ اس کی خوشبو
سے اچھا تھا۔ کسی نے آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے اسے دیا یا اس سے
نرمی سے معذرت کر لی۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے تھے۔
اپنے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اور اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت
اچھے تھے۔ اپنے ساتھیوں کی غلطیوں سے درگزر کرتے تھے۔ اور ان کی
عزت کرتے تھے۔ اور ان کو اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔"

ایک اور مستند سوانح نگار لکھتا ہے کہ:-

"رحمت عالم ﷺ کے دشمن بھی آپ کی صداقت اور امانت کے قائل تھے۔
مبارک ہیں وہ لوگ جن کی زبان سے کبھی بھی گالی نہیں آئی۔ کسی پر لعنت نہیں

نہیں کرتے تھے، دوسروں کی ایذا رسانی پر صبر فرماتے تھے، کنبہ کی
اور قوم کی درستی پر بہت توجہ فرماتے تھے۔ ہر چھوٹے اور بڑے شخص کی عزت و
منزلت سے آگاہ تھے، آپ کی بردباری پر ہمیشہ نظر رکھتے تھے۔
صحیح بخاری میں ہے کہ:-

"آپ اس بحث شماروں کو بشارت سنانے والے ڈرانے
کوڈرانے والے اور بے خبروں کو ہوشیار کرنے والے ہونے کے بھیجے ہوئے
رسول تھے، تم میرے نام پر بھروسہ کرنے والے تھے۔ تم درشت خو
تھے، نہ سخت دل، بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ
برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ درگزر اور معاف فرما دیتے تھے۔ اللہ
تعالیٰ آپ کو نہ اٹھائے گا جب تک کہ آپ کے ذریعہ ٹیڑھی امتوں کو
سیدھا نہ کر لے، اس طرح کہ لوگ کہنے لگیں کہ لا الہ الا اللہ۔ اس
کلمہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو بینا کر دے گا
بہروں کے کان کھول دے گا اور پردہ میں پڑے ہوئے دلوں کو
ہمیشہ کے لئے کھول دے گا۔"

مشہور انگریز ادیب ٹامس کارلائل (THOMAS CARLYLE) نے کہا ہے کہ:-

"آپ کا گھریلو زندگی اور دنیا کے کاموں سے کوئی تعلق نہ تھا آپ کی ہمدردی
خدا ہی کی روشنی اور پرتو تھی۔ آپ کے چھوٹے بڑے سب کام اسی روشنی
ہوتے تھے۔ آپ کے سیرت نگار فخریہ بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے بارے

ہستے کو نظر لیتے اور کپڑے میں پیوند لگا لیا کرتے تھے .... کسی بادشاہ کی اتنی اطاعت نہیں کی گئی جتنی کہ اس شخص کی۔ اس نے اپنے

بات کی سی بڑی عبائیں پہنی تھیں"

مورخ میکولے اس کے عروج و زوال کا شاہد آنی قی مورخ ایڈورڈ گبن (

) کہتا ہے کہ:-

"اپنی دنیوی طاقت کے عروج پر بھی وہ کبھی شرافت نفس نے اسے

تکبر، تشدد یا انسانی کابینہ کے ادنیٰ کام اپنے ہاتھ سے کرنے

تھا۔ آگے روشن کرتا اور بڑھ دیتا تھا۔ بچوں کا دودھ چھڑاتا تھا

اور اپنے کمسن بچوں کی خود مرمت کیا کرتا تھا۔ کبھی اپنے

بیوی بچوں سے غفلت کرتے ہوئے آپ نے تفریح اور تفنن اپنے

سے ہی کبھی ساعت فرصت نہیں نکالی۔ مگر اپنی زندگی کے آخری

آپ ہی کی دل کی بات کہتے تھے۔

مشہور مورخ ٹراسیس پیٹس (TACITUS) نے خلق خدا کی

اکثر کے ہاتھ یہ لکھا ہے:-

"بہت سے اچھے کام کرنے والے بہت تھوڑے

رہے ہیں۔۔۔۔

آپ بیتی سنانے والے، سکینوں سے ملنے والے

[illegible] ذکر خوش [illegible] تنگدستی و اس کی تنگدستی کی وجہ سے نہ
تو حیثیت اور نہ بادشاہوں کی بادشاہت کی بنا پر [illegible]
قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ اور مفسر [illegible] PICKTHALL)
نے یہ لفظ کہے ہیں:-

"غریب پر حکمران ہونے کے بعد بھی آپ اپنے پیروؤں سے
برابر سلوک روا رکھتے تھے۔ آپ کی تنخواہ [illegible]
نہ تھی۔ اپنے ہاتھوں سے [illegible]
رہتے تھے۔ یہ
ایک حقیقت تھی، ایک [illegible]
دوست کی حیثیت سے۔"

[illegible] (GUSTAV WEIL) نے لکھا:-

"[illegible] ایک [illegible]
نے [illegible] ایک عام
سادگی [illegible]
سوتی اور [illegible]
[illegible] کوئی [illegible]
دے سکتے، آپ [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] کی [illegible]
پہنی ہے سکتی تھی، [illegible]
[illegible] تک [illegible]
[illegible]
[illegible] آپ کی [illegible]
[illegible] کی [illegible]
[illegible] کرتی تھی۔ آپ [illegible]

(۱۴)

"بڑا اور وہی بیت الماں کہہ دیا گیا ہے"

واشنگٹن ارونگ (WASHINGTON IRVING) کا یہ

قول ہے:

"اپنے ہمسائی محبت و اتفاق کے ذریعہ ہیں کہ آپ سے نرمی، شفقت،
اور خلق و عادات ہیں وہی سادگی قائم رکھیں جو پیشانی اور بے تکلفی کے
زمانہ میں آپ کا وصف رہی تھی۔ شاہانہ کروفر تو بڑی بات ہے، اگر کسی بات
میں آپ کے ساتھ کچھ خصوصیت کا برتاؤ کیا جاتا تو وہ بھی آپ کو بہت
ناگوار ہوتا۔"

اس قسم کی شہادتیں اور بیانات کہاں تک نقل کئے جائیں۔ ان کا حاصل اتنا ہی ہے۔

(۱۵)

پیغمبر اسلام صلعم کے تمام اخلاق و پاکیزہ اوصاف کا یہی خلاصہ ان بیانات
سے لیا جا سکتا ہے۔

ایک شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ کو اس کا
آنا ناگوار ہوتا تھا۔ آپ نے صحابہ سے کہا کہ اگر یہ آدمی آئے تو آپ اس سے
کچھ نہ فرمائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ آیا تو آپ نے اس سے
کچھ نہیں فرمایا۔ اس نے آپ سے کچھ باتیں کیں۔ آپ نے اس کا جواب
دیا۔ اس نے آپ سے کچھ اور باتیں کیں۔ آپ نے اس کا بھی جواب دیا۔
آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ آدمی بہت برا ہے جس کی زبان کی بدزبانی سے
ہم لوگ ڈرتے ہیں۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ آپ نے

مدینہ میں آپ وقتاً فوقتاً یہودیوں سے قرض لیا کرتے تھے۔ اگر کبھی ادائیگی میں دیر ہو جاتی تو وہ سختی سے تقاضہ کرتے تھے۔ آپ ان کی بدمزاجی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا کرتے تھے۔

ایک دن ایک بدو آپ سے ملنے آیا۔ آپ نے اس کے سامنے کھجوروں کے خوان میں گوشت چنا۔ لیکن گوشت کم ہونے کی وجہ سے کھجوریں ختم ہو گئیں۔ جب آپ باہر گئے تو بدو نے فرمایا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

تاہم ان کی تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ ان کے گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی۔ اپنے ہاتھ سے چکی پیستیں اور خود ہی مشک میں پانی بھر لاتیں۔ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھ میں گٹے پڑ گئے تھے اور مشکیزہ اٹھاتے اٹھاتے شانہ پر نیل اُبھر آئے تھے۔ ایک غزوہ میں کچھ لونڈیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں تو انھیں خیال ہوا کہ اگر ایک کنیز کی خدمت میرے دی جائے تو ان کو اتنی محنت نہ کرنی پڑے۔ خود باپ سے کہنے کی تو ہمت نہ ہوئی فاطمہ کے ذریعہ سفارش کرائی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے فرمایا "ابھی صفہ کے اصحاب کا انتظام نہیں ہو سکا ہے۔ جب تک یہ نہ ہو لے میں کسی کو نہیں دے سکتا"

مسلمانوں میں سے جو شخص بھی آپ کے مہمان ہوا کرتے تھے آپ ان کی بڑی تواضع اور مدارات فرماتے تھے۔ کثر گھر میں جو کچھ ہوتا وہ مہمانوں کی نذر ہو جاتا اور بچوں کے لئے کچھ نہ رہتا۔ مہمانوں کے آرام کا اتنا خیال تھا کہ رات کو اٹھ اٹھ کر دریافت فرمایا کرتے تھے۔

سائلوں کی حتی الامکان مدد فرمانے کے باوجود گداگری سے آپ بڑی نفرت تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص رسی پر لکڑی کاٹ کر اس طرح اپنی روزی کمائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

ایک دفعہ ایک انصاری نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے پوچھا "تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟" ان کے پاس ایک کمبل اور ایک پیالہ تھا۔ وہ منگوا کر آپ نے دونوں کو فروخت کر دیا اور اشرفی دے کر فرمایا "ایک درہم کا کھانا اپنے گھر دے آؤ اور دوسرے کی رسی خرید کر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور پندرہ دن بعد دکھائی دو"

سات اشخاص کو خدا اپنے سایہ میں لے گا جن میں ایک عادل فرمانروا ہوگا۔"

شرعی حدود کے بارہ میں آپ کسی کی سفارش نہیں سنتے تھے۔ اسامہ بن زید آپ کو بہت عزیز تھے۔ ایک بار انھوں نے آپ سے مخزومی عورت کی سفارش کی تو آپ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ "تم حدود شرعی میں سفارش کرتے ہو؟ خدا کی قسم میری بیٹی فاطمہ بھی ایسا کرتی تو میں اسے بھی نہ بخشتا۔"

ایک دن آپ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ عرب کا ایک شخص منہ کے بل آپ کے آگے آ پڑا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس کے سر پر لگی اور خراش آ گئی۔ آپ نے فرمایا "آ پڑی بڑھاؤ اور فرمایا" بدلہ لے لو۔" اس نے کہا "یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔" رحم کی صفت اتنی غالب تھی کہ ارشاد دیتے ہیں آپ تنہائی میں بیٹھتے تھے اور جہاں تک گنجائش ہوتی درگزر کرنا چاہتے تھے۔

ایک صاحب نے آکر اقرار کیا کہ زنا کے مرتکب ہوئے ہیں آپ نے روگردانی کی وہ گھوم کر دوسری طرف آئے۔ آپ نے پھر روگردانی کی جب کئی بار ایسا ہوا تو آپ نے پوچھا "تمہیں جنون تو نہیں ہو گیا ہے؟" انھوں نے کہا "نہیں" آپ نے پوچھا "تم شادی شدہ ہو؟" انھوں نے عرض کیا "ہاں" آپ نے فرمایا "تم نے شاید صرف بوسہ لیا ہوگا۔" انھوں نے کہا "نہیں" آپ نے ان سے صاف صاف کہنے کا حکم دیا۔

بہرحال سخت دشمن اس طرح فنا نہیں ہوتے کہ جیسے دوست۔ ان کی دشمنی کے باعث ایک بار مدینہ میں افواہ پھیل گئی کہ

آپ کو اشارہ ہوتا تو فوراً حکم دیا کہ ذبح نہ روکا جائے۔

ایک دن ایک درخت کی شاخ سے ٹھوکر لگا کر اس کے سایہ میں آپ
[illegible] کہ عزرائیل بن الحرات ادھر سے گذرا۔ اس نے چپکے سے تلوار لگا کر
اسے کھینچ کر آپ کو کاٹنا چاہا۔ "اب تم کو کون بچا سکتا ہے؟" آپ نے آسمان
کی طرف انگلی اٹھا کر فرمایا۔ "اللہ"۔ عزرائیل پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ
ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور اس نے کہا "اب تم کو کوئی نہیں بچا سکتا ہے؟" عزرائیل
کا یہ جواب آپ نے سنا اور فرمایا

حضرت زینب آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کے بیاہ [illegible]
[illegible] گئے۔ آخر میں [illegible] ان کی موت کا باعث ہوا۔ [illegible]
[illegible] آپ نے [illegible]

[illegible] سے [illegible] فرمائے تھے۔ [illegible]
[illegible] ان کے [illegible] آپ
[illegible] کہ [illegible] فرمایا "تم نے [illegible]
[illegible]

پیش نہیں کرتا۔

مہمان بنا کر اپنے گھر لے جاتے۔

دنیا سے بے رغبتی کا اندازہ آپ کی ان زریں ماؤں سے لگائیے۔

(۱) اے اللہ! ایسا کر کہ کل دن مجھے بہتر کھانا اور کھانے والوں کی سی نعمتیں دے۔ تاکہ کھوک میں تجھ سے گڑگڑا کر مانگنا کروں اور کھا کر تیرا شکر بجا لاؤں۔ اے اللہ! آل محمدؐ کو بس اتنا دے کہ بھوک کی مار سہے۔

عہد کے اتنے پابند، بات کے اتنے سچے، قول کے اتنے پکے اور وعدہ کے اتنے صاف تھے کہ قریش مکہ نے آپ کو "امین" کا خطاب دیا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ جس میں پیش پیش ہوتے اس میں دیر نہیں کرتے۔

ایک بار مکہ کے ایک شخص ابوالحمراء قریش کے چند رئیس کو لے کر آئے۔ وہ آپ کی نبوت سے بے خبر تھے۔ آپ کے ساتھ تجارت کے ایسے متمنی ہوئے کہ انھوں نے فوراً ہاں کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں کل تمہارا انتظار کروں گا۔ لیکن

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا کہ "کوئی شخص خود کو حقیر نہ سمجھے"۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ ہم میں کوئی شخص اپنے کو کیونکر حقیر سمجھ سکتا ہے؟" ارشاد ہوا کہ "اس طرح کہ اللہ کے بارے میں کچھ بات کہنے کی ضرورت پیش آئے۔ قیامت کے روز خدا سے پوچھے گا کہ تم کو میرے متعلق فلاں بات کہنے سے کس نے روکا تھا؟" وہ کہے گا کہ انسانوں کے خوف نے۔ خدا کی طرف سے اس کا جواب ہوگا کہ تم کو مجھ سے زیادہ خوف ہونا چاہیے۔

آپ کی یہ ہدایت ہے کہ سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

فتنہ دجال کی سنگینی کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس اپنی امت کو بتانے کے لئے

سائب کہتا ہے کہ [illegible] آپ نے فرمایا

[illegible] آپ کے پاس [illegible]

[illegible]

مدح کرتا تھا۔ آپ کے صحابی حضرت مقداد بھی موجود تھے۔ انہوں نے زمین سے کنکر اٹھا کر اس کے منہ میں جھونک دی اور کہا کہ رسول اللہ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ مدح سرائی میں مبالغہ کرنے والوں کے منہ میں خاک جھونک دیں۔"

اگرچہ آپ کثرت سے عبادت کرنے والے تھے لیکن میانہ روی کو پسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو جاننے کے لئے "تین" دن وہاں پہنچتے رہے رہی کئی۔ دریافت کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ فلاں عورت نے رات بھر عبادت کرتی ہے اور جب نیند کی شدت سے اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہے۔ آپ نے رسی کھلوا دی اور فرمایا کہ عبادت اس وقت تک کرو جب تک نشاط باقی رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص زاہد تھے۔ انہوں نے روزہ رکھنے کا عہد کر لیا۔ رسول اللہ صلعم کو معلوم ہوا تو ان کو بلایا اور نصیحت فرمائی کہ ہر مہینہ میں تین روزے کافی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر ایک دن ناغہ دے کر روزہ رکھو۔ انہوں نے پھر اصرار کیا تو آپ نے اس سے زیادہ کی اجازت نہ دی۔

ایک دفعہ دو صحابیوں نے آپس میں ذکر کیا کہ انہوں نے تمام رات نماز پڑھنے کا عزم کر لیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں تم دونوں سے متقی ہوں لیکن کبھی کبھی آپ جائز خواہشوں سے اپنا اندوز بھی کرتے ہیں۔"

[illegible] حضرت عائشہ کے وہ سب بھید دیکھ لیتیں۔

[illegible] آپ نہایت درجہ مہربان تھے آپ کے الطاف و کرم کی بدولت صحابہ کرام [illegible] کی سرپرستی کے آرزومند رہتے تھے۔ [illegible] سیدہ سیدہ ان [illegible] کیا کہ [illegible] حضرت عائشہ اپنے خاندان اور [illegible] کے [illegible] [illegible] پیار سے پالتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر نے تو [illegible] بنا لیا تھا! [illegible] شریک [illegible] نہیں کیا تھا۔

[illegible] آپ کی [illegible] [illegible] [illegible]

پیش لفظ

پیغمبر اسلام اور تلوار

لا اکراہ فی الدین

(دین میں کوئی زبردستی نہیں)

کسی بھی مذہب کو سمجھنے کے لئے اس کے بانی کی زندگی کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بغیر اس مذہب کی تعلیمات کا صحیح مفہوم سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ اسلام کے بانی حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی تلوار کا استعمال نہیں کیا۔ آپ کی پوری زندگی امن و آشتی کا پیغام دیتی ہے۔ آپ نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیا اور کبھی بھی جارحیت کا مظاہرہ نہیں کیا۔

آج کل اسلام کو بدنام کرنے کی جو کوشش ہو رہی ہے اس کا مقصد صرف اور صرف اسلام کے خلاف نفرت پیدا کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو ظالم ثابت کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو جارح ثابت کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو امن کا دشمن ثابت کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو انسانیت کا دشمن ثابت کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو تہذیب کا دشمن ثابت کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو ترقی کا دشمن ثابت کرنا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو

اسلام ویسے تو ابتدا ہی سے مختلف غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا نشانہ بنا رہا ہے لیکن اس کی جس چیز نے مغربیوں کی بیشتر زیادتیوں کو جنم دیا ہے وہ ان کی طالب علمانہ جستجو اور تحقیق کی جبلت ہے۔ اکثر غیر مسلم حلقوں میں اس بات کو باور کرنے کا شوق ہی پایا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر اپنے دین کی تبلیغ کی اور یہ کہ آپ کی زندگی جہاد و قتال سے عبارت تھی۔ ایک انگریز مصنف نے اپنے مقالہ بعنوان "محمد اور محمڈن ازم" کی ابتدا ہی اس جملے سے کی ہے کہ "محمد کی زندگی کا مطالعہ شروع کرتے ہی ہمیں ایک ایسے شخص سے سابقہ پڑتا ہے جو ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیے ہوئے ہے۔" (ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA) جیسی اہم اور مستند کتاب میں اس بے بنیاد بیان کی مثال ہے کہ جب محمد کے پیروؤں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا تو انھوں نے اپنے مقاصد بزور شمشیر منوانے کی ٹھان لی اور مکہ کا ایک طویل محاصرہ کیا۔ بالآخر انھوں نے مکہ فتح کر لیا۔ اس طرح کی بے بنیاد باتوں کی مثال ہے کہ جب محمد کے پیروؤں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا تو انھوں نے اپنے مقاصد بزور شمشیر منوانے کی ٹھان لی اور مکہ کا ایک طویل محاصرہ کیا۔ بالآخر انھوں نے مکہ فتح کر لیا۔ (بقیہ صفحہ ۱۱۵ پر)

یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اسلام کی تاریخ میں تشدد کے واقعات بہت کم ہیں۔ جنگ اور قتال کے سبب جانے جاتے ہیں۔ لیکن یہ بات کم لوگ جانتے ہیں کہ اسلام میں جنگ صرف اور صرف دفاع کے لیے ہے۔ جہاد کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ "حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور باطل کے لیے ہر قسم کی رکاوٹ کو دور کرنا اور ان تمام ہیجانی و مالی وسائل کو بروئے کار لانا جو حق کی راہ میں حائل ہوں، اس کا دوسرا نام جہاد ہے۔"

(بقیہ صفحہ ۱۱۳ سے) ۲۲۷ھ میں مکہ فتح ہوا۔

[illegible] اپنے [illegible] عزیز [illegible] کے اہل و عیال کی، خاندان و قوم کی جان تک کو قربان
کر دینا [illegible] کے خلاف اور دشمنوں کی [illegible] کوشش کو توڑنا، ان کی تدبیروں
کو ناکام کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں آکر
[illegible] کے لئے [illegible] ہو جانا۔"[1]

[illegible] اس حقیقت کا اعتراف
[illegible] کہ کوئی [illegible] محض اپنے [illegible] کی وجہ سے [illegible] اور
[illegible] کی بنا پر کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس کے [illegible]
[illegible] کو دلوں پر [illegible] کی اکیلی جماعت نہ ہو۔ [illegible]
[illegible] کامیابی کا [illegible] اور [illegible] کا ثبوت نہیں ہے، [illegible]
[illegible] کہ [illegible] اپنے [illegible] پر [illegible] کی [illegible]
[illegible] آنحضرت صلعم [illegible] کی وساطت سے [illegible] اور آپ کی
[illegible] آپ کی [illegible] کی [illegible] خلوص [illegible]
[illegible] کہ [illegible] کے [illegible] کے [illegible]
[illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے [illegible]
[illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے [illegible]
[illegible] کے

ہمیشہ یاد گار رہیں گے۔

جیسا کہ تیار یا ہے جہاد کے معنی صرف تیر و تفنگ ہی کے ذریعہ کشت و کرنے کے نہیں ہیں، بلکہ تمام نیک کاموں کے لئے تمام جائز طریقوں سے سعی کرنا اسکے تحت میں داخل ہے، چنانچہ خود اپنے نفس کے خلاف بھی کرنے کو سب سے بڑا جہاد تیار گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم نے میدان جنگ سے آنے والے صحابہ کا ان الفاظ سے استقبال کیا کہ "تمہارا آنا مبارک ہو تم چھوٹے جہاد (جنگ) سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو" بڑا جہاد بندے کا اپنے نفس سے لڑنا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بہترین جہاد یہ ہے کہ تم خدا کے لئے اپنے نفس اور اپنی خواہشوں سے جہاد کرو۔[1]

اسی طرح تحصیل علم بھی ایک جہاد ہے، کیونکہ اس سے جہالت کی اندھیاری جو انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے بقدر علم دور ہوتی ہے۔ جہاد کو جہاد بنانے میں اور اس کو پوری ترجیح دی ہے۔ اسلام کی نظر میں ترقی کا راز دراصل قرآن کے بتائے ہوئے طریقوں کی آزادانہ تلاش کرنا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کا فرمان ہے جہاد

نہ کافروں کی بات میں آ

بڑا جہاد اے پسر

اور قرآن کے ذریعہ سے جہاد

کر بڑا جہاد ہے یہ

یہ ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ جامع، آفاقی، ہمہ گیر شخصیت اور اس کا یہ عظیم الشان کارنامہ جہاد کی اس تعریف کے خلاف محنت و سعی بلیغ جہاد کی تعریف کے ماتحت ہی ہو سکتا ہے۔

---

[1] فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۰

جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں سچے ہیں، وہ سراسر مودی نہ کہے جس کی نظر میں
سب یکساں جھوٹے ہیں، تیسرا سیاست داں کا ہے تو کل کو یکساں شیدا بنے
ایک تو اس شخص کا ہے جو مختلف نظریوں اور طریقوں کو اس بنا پر برداشت کرتا
ہے کہ وہ خود تمام نظریوں اور طریقوں سے مطلق بے نیاز ہو چکا ہے۔ دوسرا ایک
اس کمزور آدمی کا نام ہے جو اپنی کمزوری کے باعث ان بزرگوں یا باتوں کی ہر زیادتی
کی توہین و تحقیر برداشت کرنے پر مجبور ہے جنہیں وہ بہت محترم سمجھتا ہے۔

چنانچہ نرم خو اخلاق نہ تو ہر حال میں کریہ النفسی کا پتہ دیتے ہیں اور نہ ہی تمام
پسندیدگی کی بنا کسی دوسرے کی حقارت کی جا سکتی ہے۔ مشہور انگریز شکر باب
( ) کی رائے میں فطرت کا دستور تو یہ ہے کہ ہر تخلیق کی بنیاد
دوسری کی بنا پر ہو جائے اور دوسرا کہ فطرت خیال نہیں کرتی کہ ہر مخلوق سے
ہمیشہ اپنی حفاظت کرے۔

اسی نقطۂ نظر کی حمایت میں آسٹر ہاوی لکھتا ہے، کیے [illegible]

نے اپنی کتاب "این آسٹر [illegible]
میں گاندھی جی کے [illegible] پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں کوشش کیا ہے
آسکتا ہے کہ میں دوسروں کی طرح تشدد نہ اختیار کروں، لیکن دوسروں کو اپنے
تشدد اختیار کرنے سے کیسے باز رکھ سکتا ہوں؟ اپنی دوسرے [illegible]
اگر [illegible] کل [illegible] اس کے ساتھ [illegible] قوم کی زندگی کو
[illegible]
نہیں ٹھہرا سکتا۔

ہر فرد اور ہر جماعت کی زندگی میں کچھ مواقع ایسے آتے ہیں کہ اسے [illegible]

کے نیوٹن کے برعکس اخلاق و روحانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ سقراط سے ایک بار دریافت کیا گیا کہ کیا انسان کو جنگوں سے نجات مل سکے گی؟" تو اس نے جواب میں کہا کہ "جنگیں اس وقت تک ناگزیر رہیں گی جب تک انسان دیوانگی میں مبتلا رہے گا۔" افلاطون نے اس پر اگر اضافہ کیا "اور انسان کب تک دیوانگی میں مبتلا رہے گا؟" تو سقراط نے کہا "ہمیشہ"

خواجہ کمال الدین نے "ٹیچنگ آف اسلام" (THE TEACHING OF ISLAM) میں لکھا ہے کہ "مذہب نہ کبھی تلوار سے پھیلا ہے نہ پھیلایا جا سکتا ہے۔" اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ "کسی بات کو قبول کرنا نہ ہندو اور نہ عیسائی کسی عقل پر مبنی سمجھتے ہیں۔ ہندو اوتاروں کے اس لئے پوجا کرتا ہے کہ اس کے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں۔ عیسائی اس لئے کہ اس کے پادری ایسا کہتے ہیں۔ ہندو اور عیسائی کسی عقل کو استعمال نہیں کرتے۔" اس کے برعکس مسلمان کا ایمان عقل پر مبنی ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ "خدا ایک ہے اور اس کے رسول محمد ہیں۔" اس کی صداقت کے لئے وہ عقل سے کام لیتا ہے۔ اگر عقل کا استعمال نہ ہو تو مسلمان کا ایمان بھی متزلزل ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے کوئی پوچھے کہ تم نے کیسے جانا کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں تو وہ کوئی جواب نہیں دے سکے گا۔ اس کے مذہب کے اصول اس کی عقل کی بنیاد پر ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اپنے مذہب کے اصولوں کو عقل سے کام لے کر سمجھتا ہے تو اس کا ایمان اور بھی مستحکم ہو جاتا ہے

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو توحید کا پیغام دیا۔ یہ پیغام یقیناً ایسی ہوتی ہے جس میں ہمیشہ ارتقا، ایک اخلاقی ضرورت بن جاتا ہے۔ قتل جب آزادی پر حملہ ہونے لگیں یا عبادت گاہیں برباد کی جائیں تو ہر انسان کی آبرو اور جان اور مال کی کوئی قیمت نہ رہ جائے تو ظلم کو نہیں دیکھا جا سکتا لیکن بدقسمتی سے اکثر مواقع پر اس قسم کی ظاہری ضرورتوں کے سوال کو اس طریقہ پر حل کیا گیا کہ وہ امن و آشتی کے دشمن بن کر سامنے آئے اور دنیا کی ہدایت کے لئے میدان جنگ کے اخلاقیات کا بھی ایک حصہ اور جائز ستیہ اگرہ تسلیم کیا گیا۔

(۲)

اسلام نے جنگ کی اہمیت اور اس کی شکست کے لئے جنگ کو جائز قرار دیا ہے اور آنحضرت صلعم کو بھی جنگ کرنی پڑی، مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسلام کی کہانی درحقیقت جنگ و جدل کی کہانی ہے اور اس کی تاریخ کو تلوار کی تاریخ کہنا ہوس پرستی کی ہاتھ سے تاریخ کو بگاڑنے کی ایک گندی سازش ہے۔

اسلام ایک سنجیدہ اور متین مذہب ہے، اس کا تبلیغ و دعوت کے سوال کو ہر دانشمند کی عزت، نصیحت اور محبت و دلسوزی سے حل کرنا ہے۔ پیغمبر اسلام پر جو صحیفہ آسمانی نازل ہوا اس نے انسانی کمزوریوں کا لحاظ کیا اور ہر ممکن طریقہ سے دعوت دی۔ پھر یہ مذہب اپنی اشاعت کے لئے دعوت و تبلیغ کا راستہ اختیار کرتا ہوا جب اپنے مذہب کی آزادی پر حملہ کرنے والوں کو دیکھتا ہے تو اپنے

کر دیا ہے سکتا ہے؟ اسلام نے نہ صرف یہی نہیں کیا کہ دین کی جبری اشاعت کی مذمت
کی بلکہ اس نے یہ نکتہ بھی سمجھایا کہ قلب سلیم و منیب کی چیز ہے۔ اس کا تعلق قلب و
ذہن سے ہے اور قلب و روح کو بندوق شمشیر تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔ ایمان در اصل یقین
کا نام ہے۔ دنیا کی زبردست سے زبردست طاقت جبراً کسی کمزور سے کمزور انسان
کے دل میں یقین کا ایک ذرہ نہیں پیدا کر سکتی۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (سورۂ کہف) "اور کہدے کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان کرے اور جو چاہے انکار کرے"

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورۂ بقرہ) "دین میں کوئی زبردستی نہیں حقیقت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے"

..... ہمارے ہاں کے لوگوں کو حقیقت سے روشناس کرانا ہے۔ کسی زبردستی کی ضرورت نہیں۔

اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ (سورۂ شوریٰ) "تم پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے"

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (سورۂ غاشیہ) "اے پیغمبر تو صرف نصیحت کرنے والا ہے تو ان پر داروغہ نہیں بنایا گیا"

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ (سورۂ شوریٰ) "پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا تیرے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے"

اگر خدا کو دین کی یہ عبارت منظور ہوتی تو وہ یقیناً اس پر قادر تھا کہ
لوگوں کو مسلمان بنا دیتا لیکن اس کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ اس کے بندوں کا ایمان
کے معاملہ میں پوری آزادی ہو اور عقل اور تمیز رکھنے والے سمجھ بوجھ کر ایمان لائیں۔

ما انہم ہدیٰ و بینات

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ
فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا
أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ

اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگ
زمین پر کے سب کے سب ایمان لے آتے
پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا

يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾

کہ وہ ایمان لے آئیں۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

اور کسی شخص کی یہ مجال نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر ایمان لے آئے

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٠﴾

اور وہ ان لوگوں پر گندگی ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

کہہ دیجئے کہ دیکھو تو آسمان و زمین میں کیا کچھ ہے

وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠١﴾

اور نشانیاں اور ڈر سنانے والے ان لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے۔

فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ

پس کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ ان پر بھی ویسے ہی دن آئیں جیسے ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر آئے

قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿١٠٢﴾

کہہ دیجئے کہ اچھا تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظروں میں ہوں۔

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا

پھر ہم اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو

كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾

اسی طرح بچا لیتے ہیں ہم پر یہ حق ہے کہ ایمان والوں کو بچا لیں۔

اور یہ آخری حکم کی تعمیل ہی میں ہے کہ آپ نے ایسا سخت زلزلہ آنے کی خبر کی
اشاعت کی تھی جو اس کے بعد نہ آیا اور جس کے بعد نہ آنے کی وجہ سے
عموماً مسلمانوں پر یہ اثر ہو گیا تھا کہ آپ کی پیشگوئیاں ایسی ہی ہوتی ہیں
جو پوری نہیں ہوا کرتیں۔

قرآن کی تعلیم کے مطابق رسول کی بعثت کا ایک بڑا مقصد دنیا میں امن و
امان کا قیام اور جان و مال اور آبرو کی حفاظت کا انتظام ہوتا ہے۔

مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْ إِسْرَآءِيْلَ أَنَّهٗ مَنْ
قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ
فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (مائدہ)

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا
بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيْرًا
مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ
لَمُسْرِفُوْنَ (مائدہ)

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ
حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ

اسلام میں نیکی و بھلائی کی تشویق صرف اخروی ثواب و جزا کے
بیان کے ساتھ ہی نہیں کی گئی بلکہ دنیا میں بھی نیکی کی
اہمیت بتائی ہے اور اس سلسلہ میں حکام کو خاص ہدایت کی ہے
کہ انسانی کمزوریوں کی وجہ سے انسان کی عبادت نہیں دیکھتا اور
بسا اوقات ایک

کا دستور اس کے خلاف تھا اور اس میں آپ کی مصلحت بھی نہیں آتی کہ مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں پیش قدمی کرنے کا الزام نہ آنے پائے بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہم یہ نکتہ کبھی ملحوظ ہوتا تھا کہ دشمن کو جنگ میں پہل کرنے پر مجبور کرنے یا زیادہ سے زیادہ موقع دینے اور آخر میں اس کو جنگ پر ترجیح دینا چاہیے تو کوئی ہیر پھیر نہ ہو۔

چنانچہ جن غزوات میں اسلامی فوج کی قیادت آپ نے فرمائی ہے ان میں میدانِ جنگ میں صفیں آراستہ کرنے کے بعد آپ کی ہدایت یہ ہوتی تھی کہ جب تک دشمن کی فوجیں بالکل قریب نہ آجائیں تیر نہ برسنے پائیں اور جب تک دشمن آپ کو نہ شکست نہ دیتے تھے ان میں کبھی آگے نہ بڑھتے تھے اور اکثر اوقات آپ اسی قسم کی ہدایات فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ بدر میں جب مسلمان صف آرا ہو چکے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ دشمن جب تک کوئی حرکت نہ کرے تم نہ بڑھنا۔ معاذ بن عفرا سے روایت ہے کہ جب فوجیں آپس میں گتھ گئیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میں حملہ کا حکم نہ دوں کوئی نہ بڑھے۔ اسی طرح جنگ احد میں آپ نے تیر اندازوں کو ہدایت کی تھی کہ دشمن کو گھوڑوں پر سے تیر مار کر ہٹا دینا۔ ابو داؤد میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب تک دشمن تم پر حملہ نہ کرے تم نہ بڑھنا۔

یہ ایک پورا مقولہ ہے کہ جنگ و محبت میں سب کچھ جائز ہے مگر جس کا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں ہے بڑوں ہی کی نہیں بلکہ بچوں کی تربیت اس طرح کی ہے کہ وہ اس مقولے کی کچھ وقعت نہیں پا سکتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے جنگ میں

سنہ۔ خود زید ابن ثابت سے روایت ہے کہ میں غزوہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے دیوار کے پیچھے پڑاؤ کیا تھا کہ دشمن کا حملہ ہو تو آپ کو خبر کریں۔ آپ نے ایک خیمہ کے پاس سے گذرتے ہوئے دیکھا کہ کچھ لوگ اس کے گھیرے میں کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ زید نے کہا

اور غیر یہودیوں کو انصاف و علم اور بردباری کے لیے نمونوں کی حیثیت سے پیش نہ
تو رومی شہنشاہوں اور نہ سخت عقیدہ یہودیوں نے کبھی قبول کیا تھا۔
یہاں ایک نئے دشمنوں کے ساتھ سلوک کے اس نمونے کا اعلان ہے
جس کی تعلیم یہوہ کی شریعت میں پائی جاتی ہے اور جس پر ان کا عمل کرنا
کے باب متی کی یہ سطریں واضح ہوں :-

"جی حضرات نے یہاں کی عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں چھوڑا
بیٹر بکری اور مال و متاع سب لوٹ لیا اور ان کے سارے شہروں کو جلا دیا
رہنے لگے اور ان کے تمام قلعوں کو پھونک دیا۔" (۱ - ۳۱)

"تب ان کے کل بچوں کو قتل کر دو اور ہر عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف
ہو کیوں نہ مار ڈالو۔" (۱۱ - ۳۱)

"لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئی ہیں اپنے لئے
زندہ رکھو۔" (۱۸ - ۳۱)

نیز جنسوں کی مقدس کتاب رگ وید کے یہ اقتباسات بھی
دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے۔

"اس نے بیاسی ہزار سیاہ دشمنوں کو مزا دی۔ وہ ان کے گھوڑے اور
(منڈل ۴ - منتر ۱۱)

"ہم نے داسوں (غیر ملکیوں) کے جتھوں کو دشمنوں پر فتح کر دی۔ فتح دار
نے ان کو ہمارے لئے پیدا کیا تھا۔" (منڈل ۱۰ - منتر ۴۹)

لے نقش کریسپ نہ دار دھنس صفحہ ۳۶۹ ENCYCLOPEDIA OF RELIGION

لے جایا جائے۔ مدینہ پہنچ کر جب یہ قیدی صحابہ کے حوالہ کئے گئے تو آپ نے تاکید فرمادی کہ ان کو کھانے پینے یا کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ان قیدیوں سے [illegible] جس کو صحابہ خود بھوکے رہ کر بھی کھانا کھلاتے اور ان کو آرام پہنچاتے۔

غزوۂ حنین میں چھ ہزار ایسے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے۔ آپ نے سب کو بلا معاوضہ رہا فرمادیا اور ان کے پہنچ کے بعد ہوازن سے نہایت فیاضانہ جنگ کی تیرہ روزہ کارروائی کا یہ کوئی تنہا واقعہ نہ تھا۔ سیرت پاک میں اس طرح کے واقعات بھرے ہوئے ہیں۔

قاضی سلیمان منصور پوری کا کہنا ہے کہ احادیث کی کتابوں میں ایسے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی پایا جانا ثابت ہوا ہے جو اپنے دین پر قائم رہتے تھے۔ اس کو قبل از ثبت کر دیا ہے جس پر عمل پیرا ہونا آج کی مہذب ترین قوموں کے لئے دشوار ہو رہا ہے۔

دوران جنگ میں دشمن کے مال و اسباب کو لوٹنے کا رواج تھا۔ آنحضرت صلعم نے اسکو بھی ناجائز قرار دیا۔ بدر و حنین کے ایک قیدی سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک مہم پر گئے ہوئے تھے کہ تلاش کرنے کے باوجود سخت پریشانی میں مبتلا ہوئے۔ راستہ میں اتفاق سے بکریوں کا ایک ریوڑ نظر آیا تو سب لوگ جلدی جلدی کر کے پکانے اور بکریاں بانٹ لینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے فوراً قدر پر قسمت کے لئے اس وقت تک گوشت ہانڈیوں میں چڑھا ہوا تھا۔ حکم دیا کہ ہانڈیاں الٹ دی جائیں اور گوشت خاک میں ملا دیا جائے۔

لے رحمۃ للعالمین، جلد اول، صفحہ ۱۹۲

"حلال کے گوشت اور مردار کے گوشت میں کوئی فرق نہیں ہے۔"[1]

مفتی مکہ سے جواب و دلیل پا کر آتا تو وہ فاتح کا حق سمجھا جاتا تھا۔ وہ عیش و عشرت کے چراغ روشن کرنے اور رقص و سرود کی محفلیں گرم کرنے کے کام میں لایا جاتا تھا۔ دربار کے امرا اس سے حسب حیثیت متنفید ہوتے تھے۔ آپ نے بھی خزانہ عامرہ میں محتاجوں، بے نصیبوں اور اللہ والوں کے حقوق مقرر فرمائے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ	"اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت میں
شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ	حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ خدا
وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی	رسول کا اور رشتہ داروں کا اور
وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ	یتیموں کا اور فقیروں اور مسافروں کا۔"

(انفال)

۱۰۴

دنیا میں دو ہی طرح کے انسان ہوتے ہیں، ایک وہ جو اپنے لیے جیتے ہیں اور دوسرے وہ جو دوسروں کے لیے جیتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ اپنی ذات کے خول میں بند رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اپنی ذات کی خدمت ہوتا ہے۔ ان کی ساری توانائیاں اپنی ذات کے لیے وقف ہوتی ہیں۔ ان کی ساری کوششوں کا محور اپنی ذات ہوتی ہے۔ ان کی ساری محبتیں اپنی ذات کے لیے ہوتی ہیں۔ ان کی ساری نفرتیں اپنی ذات کے لیے ہوتی ہیں۔ ان کی ساری خوشیاں اپنی ذات کے لیے ہوتی ہیں۔ ان کے سارے غم اپنی ذات کے لیے ہوتے ہیں۔ ان کی ساری امیدیں اپنی ذات سے وابستہ ہوتی ہیں۔ ان کی ساری مایوسیاں اپنی ذات سے وابستہ ہوتی ہیں۔ ان کی ساری کامیابیاں اپنی ذات کے لیے ہوتی ہیں۔ ان کی ساری ناکامیاں اپنی ذات کے لیے ہوتی ہیں۔ ان کی ساری

---

[1] مشکوٰۃ باب الکسب والتجارۃ۔

یا چنگیز یا نپولین کی قوتِ بازو کے صدقہ میں انسانیت کو اس کے قلب و روح کی
سیاہی، ناپاکی اور زنگ آلودگی سے نجات دلا سکی ہے؟

برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام کے پیش کردہ پاکیزہ اصول اخلاق نے
رہتی دنیا تک روحانی و اخلاقی خوبیوں کے خزانے بھر دیئے ہیں۔
وہ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انسان کی دنیا و عمل انسان کی دنیا ہی بدلتے
ہے اور جب تک انسانوں کے ادراک و احساس و جذبات کو سنوارا نہیں جاتا
کی خارجی دنیا کا سنورنا ناممکن ہے۔

ہم اگر سر پیٹ پیٹ کر اور تلوار ہاتھ میں لیکر دنیا کو بدلنا چاہیں تو
اس کی مثال اس ماہر جراحت کی ہوتی ہے جو ہاتھ میں نشتر لے کر آپریشن کرنے
پاس جاتا ہے۔

متعدد بار صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ [illegible]
ہے [illegible]

دوران میں سب فرقوں کے نمونی انتظامات ، جو افسران اعلیٰ نے پیش کیا ہے وہ
حسب ذیل ہے [1]

نام فرقہ	امیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	۱	۱۴۷	۲۵۹	۴۸۷	ہر دو بابت کے زخمیوں کی تعداد ملحق نہیں ہے
ہندو	۹۵۰۰	—	۵۰۹	۳۲۲	ہندو اور مسلمانوں کی تعداد انشاء اللہ صحیح ہے
مسیحی	۹۵۶۵	۱۳۰	۱۹۱۰	۱۰۰	

جن جنگوں کے نمونی انتظامات کے ارادوں کا یہ ذکر ہوا ان کی بابت یہ کہنا ضرور ہے
کہ جنگ اور رزم ہمیشہ سے ہی صدیوں پرانے مذہبی اعتقادات پر مبنی رہی ہے
[illegible] ہے کہ کہاں تک قرین عقل و حکمت ہے؟

[illegible] کہ جنگیں کی جاتی ہیں [illegible]

[illegible] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ادیان پر مجبور کیا؟

[illegible] کے مسلمانوں کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد قریش کہ [illegible]
کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں [illegible] ان کی مرضی سے [illegible]
کسی فرد کو اس کے مذہبی عقائد پر [illegible] نہیں ہو سکتا۔ [illegible]
کے [illegible] مدینہ میں [illegible] کا موقع مل گیا تو [illegible]
اپنا تسلط [illegible] پر سب سے بڑا سیاسی، تمدنی اور [illegible]
ہے۔ [illegible]

---

[1] رحمۃ للعالمین ج ۲ صفحہ ۲۲۰-۲۲۰

تم کبھی سکون سے نہ بیٹھنے دیا جائے۔ وہ ایک طرف تو خود مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور دوسری طرف تمام قبائل عرب کو بھڑکایا کہ مدینہ پر حملہ کر دیں تاکہ تم فنا ہو جاؤ گے۔

یہ واقعہ تو نظر سے گزر چکا ہوگا کہ جب بہت سے عقیدہ مند انصار آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے تو ایک انصاری نے کہا تھا کہ ہم تو اس شخص پر بیعت کر رہے ہیں جو ہمارے وطن میں اجنبی ہے۔ گویا یہ حقیقت کسی سے چھپی نہ تھی کہ اسلامی مرکز مکہ سے مدینہ منتقل ہونا شرکین عرب کے لیے ایک چیلنج تھا۔ چنانچہ بیعت کے فوراً بعد ہی قریش نے مدینہ کے رئیس عبداللہ بن ابی کو یہ لکھ بھیجا تھا کہ "محمد کو مدینہ سے نکال دو، ورنہ ہم خود وہاں آکر تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا فیصلہ کر دیں گے"۔

اس صورت میں یہ لازمی تھا کہ مدینہ کی حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ حفاظت کا حق بھی اسی کو پہنچتا ہے جو اقتدار کا مالک ہو۔ اسلام کے دشمن ہی کو خطرہ میں نہ ڈال دیتا کہ اب مدینہ کے ساتھ یہ بھی فکر کرنا مراد ہوتا اور یہ ہم آج بھی مسلم کے گلے اڑانے کے خواہاں اور اسلامی ممالک میں سیاہ کاریاں کر رہے ہیں آپ کے گلے نہ اڑانے پر کمر تیار کیے ہوئے۔

تھامس کارلائل (THOMAS CARLYLE) نے اس واقعہ پر یہ تبصرہ کیا ہے:۔ "اب تک محمدؐ نے اپنے دین کی اشاعت صرف تبلیغ اور تلقین ہی کے ذریعہ کی تھی۔ لیکن اب یہ بھی کے ساتھ اس نے آبائی قوم سے سنان دینے جانے کے بعد جب کہ غیر متعصب انسان سے زیادہ ان کی آسمانی [illegible]

دل کی پیاس کو دستِ تہ سنگ نہ نہیں کر دیا تھا بلکہ اپنی بات پہ قائم رہنے کی پاداش
میں [illegible] کے خون کا کھلی پیاسا ہو گیا تھا۔ صحرا کے اس تہذیب نا آشنا فرزند
نے ایک مرد اور ایک عرب کی طرح اپنے [illegible] کا ارادہ کیا۔"

ساتواں نمبر

کامیاب ترین پیغمبر

مُحَمَّدٌ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ

(خدا نے تیری تائید کی اپنی نصرت سے۔ (قرآن، انفال)

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام پیغمبروں اور دینی رہنماؤں میں سب سے زیادہ کامیاب رہے ہیں[1]

نبوت کا فریضہ دنیا کا سب سے مشکل فریضہ ہے۔ خدا کی طرف سے اس سے زیادہ مشکل تر بنی کام میں سب سے زیادہ کامیابی اپنے اس بندے کو عطا کی جس کے پاس بظاہر کامیابی کے وسائل سب سے کم تھے۔

حضرت موسیٰ عیش و عشرت کے گہوارہ میں پلے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی قوم اپنے عہد کی سب سے زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ قوم تھی۔ لیکن آنحضرت کی تعلیم و تعلم

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، باب قرآن (ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA CHAPTER KORAN)

[illegible] پیدا ہوئے تو [illegible] بڑھتے بڑھتے [illegible] ہوئے
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

نصیب نہیں ہوا۔ اگر کسی نبی کے کلمات آرزو میں بہار آئی تو اس کی آنکھیں
بند ہو جانے کے بعد۔ چنانچہ آپ نے فتح مکہ کے موقعہ پر فرمایا:۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ حق آیا اور باطل نابود ہوا۔
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔

اور یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کہ آپ لوگوں کو دین میں فوج
در فوج داخل ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ جب آ پہنچی اللہ کی مدد اور فتح
وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے
فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ اللہ کے دین میں فوج در فوج۔

غرض کی مذہبی پیشگوئیوں کا انتظار جس حیرت انگیز طریق سے آپ کی
ان دیکھے حامیوں نے پورا کیا وہ سب کی نظروں کے سامنے ہے۔ اس کا
تمہید اللہ سے تنبیہ:۔

سنہ ۱۰ھ میں شہر مدینہ سے چند کوس کے فاصلہ پر ایک قبیلہ بنو حنیفہ
تک دعوت نامہ ۲۰ ربیع الاول کی بے نظیر ہجرت سے ۱۰ ماہ بعد
سنہ ۱۱ھ میں بنی اکرم نے اس دنیاوی زندگی سے قطع تعلق فرمایا تو اس
دس لاکھ مربع میل یعنی آدھ براعظم ہندوستان کے برابر کا علاقہ مسلمانوں کی آغوش میں
آچکا تھا اور ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو پورا سال بھی نہیں گزرا
تھا کہ احکام اسلام پر عمل کرنے کے باعث مسلمان ایشیا یورپ و افریقہ کے
تین براعظموں پر چھا گئے اور یہ حضرت عثمان کا زمانہ تھا کہ جب ایک مؤرخ

نے اسپین میں قدم جما لئے اور دوسری طرف قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔

عرب جیسی جاہل مگر باہمت اور صحرا نورد قوم کا ایک دنیا کی توجہ کا مرکز بن جانا

ــــ "وہ مذہب جو بیس برس پہلے ایک اجنبی آفرینش سے گمنامی کی حالت میں پیدا ہوا تھا اب ایک ایسا مذہب بن گیا تھا جو اپنے ساتھ ایک ایسا پیغام لایا جس پر وہ یقین کر سکتے تھے اور دیکھو! جنہیں کوئی توجہ نہ دیتا تھا وہ اب توجہ کے مستحق ہو گئے اور مشرق و مغرب کی نظریں ان پر مرکوز ہو گئیں۔ وہ ایک ہی عرصہ میں نہ صرف اس ملک پر قابض ہو گئے بلکہ اس ملک کی بدولت دنیا کے ایک بڑے حصہ تک کی حکومت ان کے ہاتھ آ گئی۔"

یہ سب کچھ اس عظیم انقلاب کی بدولت ہوا جو آنحضرت صلعم کی دعوت اور تبلیغ سے آپ کی ہمت انگیز کوشش اور آپ کے ساتھیوں کی ہمدردانہ اعانت سے رونما ہوا۔ آپ کی ہمت انگیز کوشش اور آپ کے ساتھیوں کی ہمدردانہ اعانت نے نہ صرف عرب کو بلکہ دنیا کو بدل ڈالا۔ آپ کے اس عظیم کارنامہ کی بدولت ہی عرب کے قبائل میں اتحاد و یگانگت پیدا ہو گئی۔ آپ کی ذات بابرکات ہی کی بدولت عرب کے وحشی اور جنگلی باشندے ایک مہذب اور متمدن قوم بن گئے۔ آپ کی ذات بابرکات ہی کی بدولت عرب کے بدو ایک ایسی قوم بن گئے جو دنیا کی تاریخ میں ایک نمایاں حصہ لینے کے قابل ہو گئی۔ آپ کی ذات بابرکات ہی کی بدولت عرب کے بدو ایک ایسی قوم بن گئے جو دنیا کی تاریخ میں ایک نمایاں حصہ لینے کے قابل ہو گئی۔

آپ کی آواز پر آپ کی امت نے لبیک کہا۔ آپ کے ارشادات کی تعمیل میں اس امت نے کشور کشائی کے احکام نافذ کئے اور جلال اور طاقت و ثروت کے مزے اٹھائے۔ آپ کے قلوب میں کثرت اور عظمت پیدا کر دینے کا باعث لیکن آپ کو نام اور ناموری سے ذرا بھی محبت نہ تھی۔ آپ نے کبھی اپنے پاس خزانہ و دفینہ کا انبار نہ لگایا۔ آپ کے آستانہ پر کبھی کسی کا سر نہ جھکا۔ آپ کی کبھی پرستش نہ کی گئی۔ آپ کا سینہ ہمیشہ انکسار

۱۔ ہیرو اینڈ آپ اسٹڈیز

تھیں۔ آپ اپنی بندگی اور بے مانگی کا ہر لمحہ اقرار و اعلان فرماتے رہتے تھے۔ انبیاء کی عبدیت آپ کے لائے ہوئے دین کا بنیادی عقیدہ تھی۔ آپ یہ تکلف فرماتے کرتے تھے کہ میں تو ایک آدمی ہوں۔ جب دین کا کوئی حکم دوں تو اسے قبول کرو اور جب امور دنیا میں کوئی مشورہ دوں تو میں محض ایک آدمی ہوں۔ میں خدا پر جھوٹ نہ کہنا اور یہ بھی کہ میری شان میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے پیغمبروں کی شان میں کیا ہے[1]۔ اس سب کے باوجود آپ کی قوم کی وفاشعاری و دیوانہ پن کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے شاہی درباروں کے نمائندے دیکھنے آتے تو حیرت کرتے تھے۔

آج آپ کے عہد کو تیرہ سو برس گذر چکے ہیں۔ آپ کے ماننے والوں کی تعداد تیس کروڑ سے اوپر ہے۔ وہ دنیا کے تمام گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تمام روحانی اور اخلاقی تحریکات ان پر کسی نہ کسی اثر پڑا ہے اور وہ دین قیم کی صاف، سیدھی اور روشن راہ سے کہیں تک گئے ہیں۔ لیکن اب بھی وہ اپنے آقا اور رسول کے نام و ناموس پر ہر چیز سے بڑی سے بڑی قربانی کو حقیر سمجھتے ہیں اور جب آپ کا نام سنتے ہیں تو ادب سے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں اور درود و سلام بھیجنے لگتے ہیں۔

جیسا کہ اب سے تیس برس پہلے ایک برطانوی اخبار میں شائع ہوا تھا کہ مرد عظیم کے بلند پایہ پیغام کے جانچنے کا پیمانہ تقدیس و تعلیم کے وہ بانی نہیں ہیں جو اس کے اثر خیز لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو اُن کی آسمانی نوعیت پر یقین رکھتے ہیں تو محمد شمار عظیم ترین ہستیوں میں یقیناً ہونا چاہیئے[2]۔

---

[1] مسلم

[2] ڈیلی ایکسپریس لندن مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۲۵ء
(DAILY EXPRESS LONDON
MARCH 10, 1925.)

(۲)

نبی کریمؐ کی ذات ہمیں ایک ایسی شخصیت کی تاریخ سے روشناس کرتی ہے جس نے
کس طرح ایک نئے مذہب، ایک نئے تمدن، ایک نئے فلسفۂ حیات اور
ایک نئی شریعت کی بنیاد رکھ کر ایک نئی قوم پیدا کر دی ہے اور مسلسل پرستش، تعلیم،
جہاد اور مخالفت کے باوجود کیا اس قوم کی خواہش اور ارادہ کے باوجود
کہ وہ نبی کو بھول جائے، اس کی شخصیت کو فراموش کر دیتی ہے۔

اس بات کے باوجود کہ ملک عرب میں امن و امان قائم ہو گیا تھا، قبائل کی

[illegible] تک تن تنہا سفر کرتی تھی اور راستہ میں اسکو کسی طرح کا خطرہ نہیں پیش آتا تھا۔

خارجی خطروں کا انسداد تو آپ ہی کے سامنے ہو گیا تھا۔ عرب کے سرحدی باقی قبیلوں اور ایرانیوں کے پنجۂ ظلم سے آزاد ہو گئے تھے اور [illegible] مسلمانوں نے ان کی طاقت پامال کر کے رکھ دی تھی۔

فتنہ و فساد کی جگہ صلح و امن کے قائم ہوتے ہی لوگوں کی [illegible] نے ایجاد نا شروع کیا اور ان میں زندگی کی نئی [illegible] شعور پیدا ہوا۔ عورتوں کو بے حرمت کرنے والے حقوق نسواں کے سب سے بڑے حامی بن گئے۔ جہاں بے قید کثرت ازدواج نے ایک [illegible] کی شکل اختیار کر لی تھی، وہاں نکاحوں کی تعداد متعین ہو گئی۔ جہاں گھر گھر شراب خانے کھلے ہوئے تھے وہاں شراب ایسی حرام ہوئی کہ گیہوں میں مے نوشی کے ٹوٹے ہوئے پرانے [illegible] ڈھیر لگ گئے۔ [illegible] نسل کی تفریق ایسی مٹی کہ آقا و غلام میں فرق نہ [illegible] جھوٹ، خیانت، بہتان، رشوت، سود، قمار، [illegible]، لوٹ کسوٹی اور [illegible] کے پیمانے ان کے برعکس اوصاف نے رواج پایا۔ جہاں ہر [illegible] ایک بت تھا کہ آگے سر جھکتا تھا وہاں معبود حقیقی کے سوا وہ باقی [illegible] ہو گئے اور جو لوگ اس دنیا سے آب و گل کی [illegible] کر نہ [illegible] سکتے تھے ان میں آنے والی زندگی کا [illegible] پیدا ہو گیا۔ [illegible] آنے والے [illegible] و عادات [illegible] کے [illegible] کی [illegible] بن گئے۔

سیدہ [illegible] کہتے ہیں کہ "ان چند برسوں نے [illegible] کیا [illegible]

[illegible] بخاری

[illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible]

وہ اسی قادرِ مطلق سے رحم و عفو کے طالب ہوتے تھے اور صدقہ و خیرات، عفت،
عصمت اور عدل و انصاف جیسے اچھے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے
جانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اپنے خدا کی بے پناہ قوت کو ہر وقت محسوس کرتے
ہوئے زندگی گذارتے تھے اور چھوٹے چھوٹے معاملوں میں بھی اس کی
برتری کو مانتے تھے۔ قدرت کے تمام رویوں میں زندگی کے ہر مرحلے اور زمانہ
کے تقاضوں میں خواہ وہ نئی ہوں یا پرانی اس کی کارفرمائی
نئی زندگی کو عنایتِ ربانی کی [illegible]

[illegible] ہیں [illegible] ہیں جو [illegible] کی [illegible] ہیں [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

آخری مسلمان ملک "غرناطہ" کی آخری اینٹ کی تھی۔ اس کا پیدا کرنا انسانی خلیہ کے بس کی بات نہیں تھا۔ اسلام اب بھی دنیا کے بہت بڑے حصہ پر

اسلام کی روحانی زندگی بھی بہت سی رفتہ رفتہ پیدا ہونے والی تبدیلیوں کے ساتھ اس وقت تک نیم شعوری طور پر جاری رہی۔ اسلامی سیکھنے کی اور تہذیب کا مرکز ہی درحقیقت روشنی کے وہ مینار تھے جن کی بدولت تہذیب کے بیج سے نصیب ہوا۔ پھر صلیبی جنگوں نے مشرق اور مغرب کو ایک دوسرے سے براہ راست روشناس ہونے کا بیش قیمت موقع بہم پہنچایا۔ اس طرح یہ

تہذیب عمل میں آئی اور ... تاریخ کے تبدیر دور کا آغاز ہوا

مسلمانوں نے یورپ اور کل دنیا کو کیا دیا؟ اس کا بیان کرنے کے لئے دفتر چاہئیں برانالٹ (DRIFFAULT) کا فیصلہ ہے کہ "کوئی یورپین تہذیب کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر اسلامی تمدن کا غیر معمولی اثر نہ پڑا ہو۔ یہ تو صرف ان شعبوں کا ذکر ہے جن میں مسلمانوں نے براہ راست رہنمائی کی ہے۔ ورنہ بالواسطہ طور پر تو یورپ کی تمام زندگی پر اسلام کا اثر ہے۔ یعنی طبیعاتی سائنس اور صنعتی ترقی پر۔"

دوسرے الفاظ میں قدیم سے جدید کی طرف تاریخ کا دھارا [illegible]

موجودہ زمانہ کے بنیادی تصورات پر مسٹر ٹوائن بی (TOYNBEE) نے [illegible] کے تمدنی اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نسلی تفریق، توہم پرستی اور شراب کی حرمت یہ دو ایسے کارنامے ہیں کہ جن کا مغربی تہذیب پر اسلام کے مستقل احسان کہا جا سکتا ہے۔"[2]

---

[1] ہسٹری آف ہیومینٹی (HISTORY OF [illegible])

[2] سوشیالوجی آف ٹرکی (SOCIOLOGY OF TURKEY)

[illegible] اس نام نہاد جمہوریت اور برابری کے دور میں بھی اخوت اور مساوات
کی بات دور [illegible] آدمیت زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ انسان کی اور
[illegible] آپس میں [illegible] کہ اگر کوئی پیاسا تڑپ رہا ہو تو ہمیں آتا ہے کہ پانی
پلانے کے [illegible] ان [illegible] دلوں کے [illegible] مفہوم ہی سے بے خبر ہیں یا وہ جان
بوجھ کر [illegible] کہ کم از کم پسماندہ قوموں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ امریکہ میں [illegible]
[illegible] سے [illegible] کرتے [illegible] ہیں۔ [illegible] افریقہ میں کالے
[illegible] ہیں۔ [illegible] کی [illegible] آبادی [illegible] ہے
[illegible] ہے۔

[illegible] آدمی [illegible] اس کا [illegible] انسانی کی [illegible]
[illegible] ہے۔ جب تمام انسان ایک ہی ذات پاک کے [illegible] ہیں تو
[illegible] کا [illegible] ذات [illegible] کہا [illegible] کہ [illegible] ہے
[illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔

[illegible]

شادی بیاہ کے معاملوں پر حسب نسب کی تلاش ایک فطری بات ہے۔ بنی آدم کی انسانی کمزوری کے ہزارہا امکانات سے خوب واقف تھے۔ آپ نے اپنی پھوپھی زینب حضرت زینب کی شادی مکہ کے نئے پیغام زیادہ سے زیادہ سادگی سے کرکے مساوات کا ایک نمونہ پیش کیا۔ اسی طرح آپ نے حضرت [illegible] کی بیٹی اور تربیت کی ذمہ داری ظہور بن والبہ کا عقد ابوحذیفہ کے غلام سالم سے کرایا تاکہ آقا اور غلام کے درمیان شرعی برابری کا سبق عملی طور پر نمایاں ہو جائے۔

ابوحذیفہ کے انتقال پر آپ نے بیٹی دینے میں بہت سخت کیا یہاں تک کہ جب قریش کے ممتاز رئیس ابوالحکم بن ہشام نے ہند کی ایک خاتون سے نکاح کی درخواست کی تھی تو اسکے قبیلہ نے اس شرط پر اجازت دی تھی کہ وہ کبھی غربت ہو کر کہ نہ جائے۔ ہند قبول کرنے کے بعد اسی قبیلہ کی کاہنہ نے ایک روز حضرت [illegible] سے اپنے بھائی کے لئے درخواست کی کہ میرا بھائی حبشی ہوں [illegible] بھائی کی شادی کے خواہاں ہوں تو اس کے کئی معزز خاندانوں نے اپنی [illegible] کی خود پیش کش کی۔

غرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول اور نصیحت کے ساتھ اپنے [illegible] عملی مساوات کے جملہ احکامات کا خاتمہ کرکے اپنی [illegible] کی بنیاد کردی تھی جس میں اخوت اور برادری کی حیثیت حرف دل خوش کن نہیں بلکہ عملی حقیقت کی ہو گئی تھی۔ آپ سے قبل نوع انسانی کو مساوات کے [illegible] نہ آشنا تھی۔ [illegible] کے فرزند میں انسانی وحدت کا کوئی [illegible] نہیں تھا۔ یہ صرف [illegible] کی "تمام آدم آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔ یہ [illegible]

پیغمبر اسلام ہی کی زبان سے ہوا۔

فلنٹ (FLINT) کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ "کسی مسیحی مصنف یا اس سے بھی کم مذہبی سطحیت سے کسی شخص کو انسانی وحدت کے عام اور مبہم تصور سے زیادہ کا حصہ نہیں مل سکتا ہے۔"

یہ اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر فاروق کا سفر شام و دمشق آج کل مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ نسیفہ ثانی جب شام پہنچے تو ایک اونٹ اور دو سفر کے لئے ایک آپ خود کہ آپ کے غلام۔ چونکہ اونٹ کی پیٹھ پر نشست پر نہ دراز اونٹ کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے۔ آخری منزل پر غلام کے سوار ہونے کی باری آئی تو آپ اونٹ پر سوار ہوئے اور غلام مہار پکڑ کر آگے آگے چلنے لگا۔ شاہی مزاج کس بستر تھے اور نہ تکلف قرنوں کے بہت سے لوگ اس منظر پر حیران رہ گئے کہ خلیفہ کے ساتھ ہوتے ہیں کہ ایک اونٹ سوار ہوا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے کہ ایک ہی اونٹ پر سوار ہوتے ہیں۔ اکثروں نے سوال بھی کیا کہ آپ کے ساتھ ہی ہیں؟ ہر ایک کا جواب نفی میں تھا۔ ایک ہی اونٹ پر سوار ہوتے ہیں۔

جب دمشق کے قریب پہنچے تو ذکر ہے کہ سفید لباس کا ایک شاہی شہزادہ آپ کے استقبال کے لئے آیا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا لشکر تھا۔ شاہی مزاج کس کا آپ کے ساتھ ہی ہیں؟ ہر ایک کا جواب نفی میں تھا۔ ایک ہی اونٹ پر سوار ہوتے ہیں۔ اونٹ پر سوار ہوتے ہیں۔

جب دمشق کے قریب پہنچے تو ذکر ہے کہ سفید لباس کا ایک شاہی شہزادہ آپ کے استقبال کے لئے آیا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا لشکر تھا۔ شاہی مزاج کس کا آپ کے ساتھ ہی ہیں؟ ہر ایک کا جواب نفی میں تھا۔ ایک ہی اونٹ پر سوار ہوتے ہیں۔ اونٹ پر سوار ہوتے ہیں۔

کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ انھوں نے شہزادہ کو طلب فرمایا، شہزادہ نے اپنے فعل کا اعتراف کیا مگر اس نے کہا کہ "میں ایک سلطنت کا حکمراں ہوں، اگر میں نے اس دہقان کو مار دیا تو کیا ہوا؟" ارشاد ہوا "اسلام میں شاہ و گدا میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ تم اسے راضی کرلو ورنہ بدلہ دینا پڑے گا۔" اس نے ایک دن کی مہلت مانگی اور شب کے وقت مکہ سے فرار ہو کر مرتد ہو گیا۔ حضرت فاروق کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے ایک لشکر روانہ کیا۔ شہزادہ گرفتار ہو کر آیا تو حضرت فاروق نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ شہزادہ نے کہا کہ "میں نے تو دہقان کو صرف ایک تھپڑ مارا تھا، اس کی اتنی سی بات پر آپ مجھے قتل کرنے سے نہیں رک سکتے۔"

ایک دفعہ حضرت فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ یہودی آ کر حضرت فاروق کی خدمت میں عرض کیا کہ "امیر المومنین! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" حضرت فاروق نے حضرت علی سے فرمایا "ابوالحسن سامنے کھڑے ہو جاؤ۔" جواب دو۔" حضرت علی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے لیکن حضرت فاروق نے فرمایا کہ "ان کے چہرہ پہ کچھ ناگواری کی جھلک آئی تھی۔ دیکھو سنائیں، وہ کیا کہتا ہے؟" جب وہ فیصلہ سن کر چلا گیا تو حضرت عمر نے حضرت علی سے کہا "میں ایک بات پوچھتا ہوں۔" انھوں نے کہا "فرمائیے۔" حضرت عمر نے کہا "کیا آپ کو یہ ناگوار ہوتا ہے کہ آپ کے برابر میں یہودی کھڑا ہو؟" انھوں نے جواب دیا "نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔" ناگواری کا سبب یہ بات ہوئی تھی کہ آپ نے اسکے سامنے مجھے ابوالحسن کہہ کر پکارا تھا۔ یہ حسن کی کنیت سے مخاطب کیا تھا۔ اگر اس یہودی کو گمان ہوتا کہ آپ نے اس کے سامنے مجھے اس طرح پکارا ہے تو ہماری عدالت پر ہمیشہ کے لئے دھبہ آ جاتا۔"

اسلامی تمدن کی تاریخ میں ایسے ان گنت واقعات ہیں اور اوراق کا دامن تنگ ہے۔ چنانچہ عہد مرتضوی کا ایک واقعہ بیان کر کے اس سلسلہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ حضرت

---

* عرب میں تعظیم و عزت کے موقع پر بجائے نام کے کنیت سے خطاب کیا جاتا ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دن میں یا رات ہی میں یہی قوم کا بہت بڑا حصہ شراب پیتا رہا۔
صرف نماز ہی کے اوقات میں نہ ہوش رہتا اس کی مستی میں فرق آتا۔ باقی اوقات میں
شغل میاں کوئی پابندی نہ تھی۔ لوگ رات میں آزادی سے پیتے تھے اور نشہ دن میں
کرتے تھے لیکن مندرجہ بالا حکم نے تحریم خمر کے آخری اعلان کے لئے راستہ ہموار
کر دیا تھا۔ چنانچہ کچھ مدت بعد یہ قاطع حکم نازل ہوا کہ:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا	اے ایمان والو، بیشک شراب
الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ	جوا، بت، پانسے
وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ	شیطانی کام ہیں
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ	پس تم ان سے بچو تاکہ
تُفْلِحُونَ (مائدہ)	فلاح پاؤ۔

جس وقت یہ آیت اتری حضرت ابو عبیدہ دمشق میں اصحاب کو شراب
پلا رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر اعلان کیا کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ یہ سنتے ہی
جو جس حال میں تھا اسی حال میں اٹھ کھڑا ہوا اور ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ جو
تھیلوں میں تھی۔ جیسے ہی خبر شہر میں گشت کرتی گئی لوگ اپنے اپنے
شراب خانوں کے باہر پہنچتے گئے۔ یہاں تک کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔
دیکھتے ہی دیکھتے سارے شہر سے شراب کی بو اور نشان مٹ گیا۔ یہی نہیں
جہاں جہاں یہ خبر پہنچی وہاں وہاں شراب کی ساخت و پرداخت اور خرید و فروخت
قطعی حرام ہو گیا۔

آج بھی جبکہ مسلمانوں میں ہر طرح کا زوال آ گیا ہے، شراب سے پرہیز کرنے

وہاں کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ دنیا کی کسی قوم میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اور جو مسلمان اس گناہ کے مرتکب ہوتے بھی ہیں تو ان میں سے اکثر اسے برا سمجھتے ہیں اور

(۴)

ہمارے ملک کے مسلمانوں اور مشرکوں کے کام ایک سے ہو رہے ہیں۔ ان کا اصل فرق دین و ایمان کا ہے، یعنی لوگوں کو اس خرافات سے بچانے کے لئے اللہ

ایک آیت کا ٹکڑا بتایا۔ ارشاد قرآنی ہے کہ:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ

اور لوگوں میں کچھ ایسے (بدنصیب) ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اللہ کا سا درجہ دیتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی اللہ سے رکھنی چاہیے۔ حالانکہ جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت پختہ ہیں۔

اس آیت مبارکہ کی رو سے ہر وہ شخص جو اللہ کے سوا کسی اور سے محبت رکھتا ہے یا کسی کو اللہ کی طرح عبادت کے لائق سمجھتا ہے، اس کا یہ عمل اللہ کے ساتھ شرک ہے۔ اس آیت

سازو نغمہ کا اہتمام اور نہ تصویر بنانے کے لئے کسی مادی شئے کا اہتمام، یہ وہ سب
زیادہ عبارت گزار انہی میں ملتے ہیں۔

آنحضرت صاحبؐ نے باطنی تنزل کے ساتھ عقلی برتری سے بھی کام لیا اور شرک
کی شدت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ مسلمانوں کو ان طرف سے خود نہ آپ نے
وحدانیت کی حقیقت پوری طرح بے نقاب کر دی۔ توحید فی الذات، توحید فی
توحید فی العبادت، توحید فی الاستعانت، توحید فی الاسماء، توحید فی القدرت اور
توحید فی التصرف کے ایک ایک قانون قائم کئے اور ہر قانون کے آخر میں ایسی
پر ایسی بھرپور روشنی ڈالی کہ وقت کے اس پیمانہ میں ابہام پیدا کرنے کی
صفت ہی ختم ہو گئی۔

یہی سبب ہے کہ دنیا کی تمام مذہبی کتابوں میں صرف آنحضرت صاحبؐ کی
بے مثال پر مکمل حفاظت رہی ہے۔ باقی تمام مذہبی کتابوں میں وقت کے ساتھ
وقت کسی نہ کسی طرح تحریف میں ملوث ہونے کی کوشش نمایاں ہے۔ یہ
سے کثرت کی طرف راجعت ہے، کہیں تشبیہ کا پہلو ہے، کہیں تجسیم کی
کی نہایت ہے۔

تمام مذاہب کی بنیاد رکھنے والوں میں صرف آنحضرت صاحبؐ ہی
نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس سے یہ دلیل ہے کہ دوسرے انبیاء انسانوں کے
دیکھنے تک ان کی حقیقتیں ان کی عقل میں اتنی واضح نہ ہو سکیں کہ
کر سکیں۔ وہ کچھ اور کہنے کی خلش سے نہ بچ سکے۔ یہ وجہ ہے کہ
ہیں دنیا میں کوئی مشابہت نہ پیدا ہو سکی۔ اسی لئے، جب کہ ہر مذہب اپنے

پاشیدن کے نام سے منسوب ہوئے آپ کا پیدائشی نام دین محمد اسی نام سے مشہور
ہوا۔ بچپن ہی سے آپ کے اندر فرمانبرداری، خدمت اور آپ کی فراخدلانہ طبیعت کی وجہ سے
آپ کی زندگی کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

آنحضرت ﷺ

سرورِ کائنات

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

(اے محمد! ہم نے تمہیں تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

کائنات کی سرورِ کیا ہے؟ کائنات کو آپ کی ذات سے کیا فیض پہنچا؟ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے احسان سے کیونکر سرشار ہوا؟

اس عجیب و غریب کائنات میں کروڑوں عالم کا میرِ کارواں آدم سے آج تک خدا نے اپنی صفاتِ کاملہ کا عکس جلوہ گر کیا ہے۔ ان تمام اخلاقِ فاضلہ کا مجسمہ انسان ہی ہے اور اسی کی آفرینش سے دنیا کے تمام عجائب اور محسنِ انسان ہی کا درس دیا ہے۔

دنیا کی درسگاہ میں بنیاد اور ابتدا سے لے کر ہر زمانہ اور ہر قوم میں جن کے نام گنائے ہیں۔ انہوں نے نوعِ انسانی کی اصلاح کرنے کی اپنے اپنے پر کوششیں کیں۔ ہم پر ان سب کا احسان ہے لیکن سب سے زیادہ احسان ہم

اس بنا پر جو لوگ ذہنی ملوہ پر پیغمبروں کے منکر ہیں وہ بھی اور پرستی کا شکار ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر نا لگیر رہنما یا جگت گرو کی تلاش مقصود ہو اور انسان اپنی اور اضطراری کیفیات سے بلند ہو کر تاریخ و زمان کے تعین در فراخدلی سے کام کرے اور ماضی کی روشنی میں مستقبل کی کسی حد تک رہنمائی کر سکے تو یہ انسانی کے ان ہی پاکیزہ، بلند فطرت ادیان حق پر پہنچتی ہیں جنہیں آسمانی کہتے ہیں۔

اب ذرا دنیا کی ہندی اور نامات کی سرورہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے چلیں تو بہتر ہوگا۔ دنیا کا لیڈر وہی ہو سکتا ہے جس نے قوم کی اور نسلی زنجیروں سے بلند ہو کر کل انسانی برادری کی بہبودی اور بھلائی اپنے سامنے رکھی ہو۔ ایک محب وطن یا قومی لیڈر اس اعتبار سے ضرور لائق احترام ہے کہ اس نے اپنے کو قوم کی بے لوث خدمت کی انجام کیا تکلیفیں جھیلیں، قربانیاں اور بیسیوں فرسٹ بہترین مرنے دکھائے، جیلوں کے چکر اور انگریزوں کے تشدد کا مقابلہ کیا۔ آزاد حکومت قائم کی۔ معاشرتی اصلاحیں جاری کیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی غیر معمولی شخصیت کی کشش سیاسی اور جغرافیائی سرحدیں عبور کر کے بعض دوسرے ملکوں میں بھی نذیر صبح لے کر پہنچی ہوں، مثلاً ابراہیم لنکن، لینن، مصطفیٰ کمال، گاندھی، جناح وغیرہ سے ان کی قوموں سے بالاتر رکھنے والے بھی طبقہ عقیدت رکھتے ہیں۔ لیکن ان قومی محدود کو دوسری قومیں اپنا لیڈر نہیں مان سکتیں۔ اور اس اندھے پیمانے سے آج کل کتنا نظریاتی تصادم اور تعاون پایا جاتا ہے، اگر

۱؎ سیرۃ النبی، جلد ۲، صفحہ ۱۳۰

کیا وہ اس ملک کو اپنا قومی لیڈر تسلیم کرنے پر آمادہ کیے جا سکتے ہیں؟ بات صاف ہے۔ جس شخص کی محبت، خیر خواہی اور کارکردگی اسکے اپنے وطن تک محدود ہے، دوسرے ملک اسے اپنا نہ کہیں گے۔ ہماری قوموں کا لیڈر تو وہی ہو سکتا ہے جو ان کے دلوں میں نسل و جغرافیہ کی زنجیریں نہ ہوں۔ جس کی نظر میں سارے انسان ایک ہوں۔ جو ان کے دلوں میں سب کا یکساں درد ہو اور جو اپنے فکر و عمل کے لحاظ سے تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک سا مفید ہو۔

قدرت کا ہمیشہ یہ طریقہ ہے کہ اس کی تعمیر زندگی کا کوئی ایک ساتھ نہیں بلکہ پوری تاریخ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا ہر فرد انسانی فطرت کے ایک خاص پہلو کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کے اصل انسانی فطرت کے مظاہر پہلوؤں ..... اس کی قوتوں اور کمزوریوں کا مجموعہ کرتے ہیں اور ان کی حیثیت ہمیشہ انسان نہیں بلکہ معیار عمل ہوتا ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زندگی کسی خاص زمانہ میں نہیں بلکہ پوری زمانہ پر پھیلی ہوئی ہو۔ اس کا ہر پہلو انسانی فطرت کے ایک خاص پہلو کا مظہر ہوتا ہے۔ وقت اس کے اس پہلو کو نمایاں کرتا ہے۔ اس کی زندگی ایک ایسی عمارت ہوتی ہے جس کی تعمیر ایک زمانہ میں نہیں ہوتی اور نہ دوسرے زمانہ میں اس کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ دنیا کی ہر قوم کی تاریخ میں ایسے افراد ہوتے ہیں جن کی عظمت کا اندازہ ان کے ہم عصر نہیں کر سکتے۔ دنیا کی تاریخ کا حصہ ہے کہ جب تک کسی شخص کی زندگی کا ایک زمانہ گزر نہیں جاتا اس کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

لیکن دنیا ہمیشہ ایسے افراد کی منتظر رہتی ہے جو اس کی رہنمائی کر سکیں۔ دنیا کو ایسے رہنماؤں کی ضرورت ہے جو انسان کی زندگی کے مسائل کو سلجھا سکیں۔ جو انسان کو ہدایت دے سکیں۔ جو اس کی زندگی کو صحیح راستہ پر لگا سکیں۔ ایسے رہنما ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

ضمیر ہے ہوتا۔ ایک شخص اپنے آقا، رہبر اور ہادی یا پیغمبر کی تعریف میں دفتر کے دفتر لکھ سکتا ہے لیکن واقعات بہرحال واقعات ہیں۔ ان کی آواز دبائی نہیں جا سکتی ہے [illegible] نہیں جا سکتی۔ حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو مصر کی [illegible] ——— لیکن حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہی کو تو حضرت عیسیٰؑ نے [illegible] ضرور تبلیغ کی ——— مگر "ہمارے" سے مراد نہیں ہے [illegible] حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے دائرہ کو [illegible] ہیں آپ تقیید کبھی نہیں کر سکتے تھے اور نہ آپ یہ نہ کہتے کہ "میں [illegible] بغیر اس کے کہ کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا" یا "مناسب نہیں کہ [illegible] کی روٹی (دین) کتوں (غیر اسرائیلی قوموں) کو پھینکی جائے" [illegible] کہ "اپنے موتی سوروں کے آگے مت پھینکو"۔

اسکے برخلاف آنحضرت صلعم کی بعثت ساری دنیا کے لئے ہوئی ہے [illegible] میں دعوت اسلام کی عالمگیری کا باقاعدہ اعلان کیا گیا ہے۔ ہم کوئی دوسرا مذہب [illegible] بات اتنے صحیفوں میں نہیں ملتی:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(اعراف)

اے محمدؐ! ان سے کہدو کہ اے لوگو میں تم سب کے لئے اللہ کا بھیجا ہوا [illegible] اس اللہ کا جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً [illegible]

[illegible]

چند پختہ کار دانشوروں نے آپ نے نوعِ انسانی کی تاریخ و تقدیر پر غور کیا ہے۔ آج تک کسی دوسرے انسان کے ذہن میں اتنا عظیم تصور نہیں آیا۔ آپ کے چشمہ فیض سے کوئی قوم بھی محروم نہیں رہی۔ نہ عربی، نہ عجمی، نہ زنگی، نہ فرنگی، نہ حبشی، نہ ہندی ——— دنیا کی ہر قوم نے آپ سے کچھ نہ کچھ حاصل کیا ہے۔ آپ کی تعلیمات نے ہر ملک کی ہر قوم کے افراد کے ذہن کو متاثر کیا ہے۔ مشہور مؤرخ ایچ جی ویلز (H.G. WELLS) لکھتے ہیں کہ "تمام انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ اثر انگیز شخصیت" بادشاہ کے بیٹے موسیٰ کی ہے۔ "ان کی تعلیمات پر ایک ہزار سال قبل از مسیح سے آج تک دنیا کی ایک بڑی تعداد دائمی طور پر عمل پیرا ہے۔" یہ ہے اس عظیم انسان کی عظمت کا اعتراف جس نے مساوات و قومی امتیازات سے بالاتر ہو کر تمام بنی نوع انسان کی برادری کا تصور پیش کیا۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہے کہ یہ ساری کائنات آپ کی تشریف آوری کی منتظر تھی۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں (TOYNBEE) نے رنگ و خون کی تفریق کے بغیر تمام بنی نوع انسان کو ایک برادری قرار دیا ہے۔ آپ کے پیغام پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے۔

یہ ہے اس عظیم انسان کی عظمت کا اعتراف جس نے مساوات و قومی امتیازات سے بالاتر ہو کر تمام بنی نوع انسان کی برادری کا تصور پیش کیا۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہے کہ یہ ساری کائنات آپ کی تشریف آوری کی منتظر تھی۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں (TOYNBEE) نے رنگ و خون کی تفریق کے بغیر تمام بنی نوع انسان کو ایک برادری قرار دیا ہے۔ آپ کے پیغام پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے۔

---

1. STORY OF THE INTELLECTUAL DEVELOPMENT OF EUROPE.

پہلو اوجھل ہو گئے۔ کسی نے اجتماعیت کے آستانہ پر انفرادیت کو قربان کر دیا۔ کسی نے انفرادیت کو ایسا ابھارا کہ خاندان اور معاشرہ کے رشتوں کو توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔ کسی نے روحانیت اور اخلاق کو نظر انداز کر دیا۔ احکام کی تفصیل، قضایا اور جزئیات صرف اسلام کا حصہ ہے۔

آنحضرت صلعم کی ذات اقدس میں انسانی زندگی کی تمام حیثیتیں جمع تھیں۔ آپ کی حیثیت ایک انسان، ایک باپ، ایک شوہر، ایک دوست، ایک معلم، ایک داماد، ایک تاجر، ایک افسر، ایک حاکم، ایک سپہ سالار، ایک بادشاہ، ایک استاد، ایک داماد، ایک رشتہ دار، ایک مذہب، ایک تہذیب اور آخر ایک پیغمبر کی حیثیت تھی۔

آپ ابراہیمی، موسوی، عیسوی، اور یعقوبی مذہب و ادب کی داؤد و سلیمانی تہذیب کی، یہودی، عیسائی، پارسی، تقاضا سمیت (JESUS WITH SIKH) نے کہا ہے کہ آپ ایک عالمگیر موسس تھے۔ آپ نے ایک مذہب، ایک تہذیب اور ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی جیسا کہ دیباچہ میں بھی ذکر آچکا ہے کہ آپ کی ذات دوسرے بانیان مذہب کی طرح کسی مخصوص کبریٰ سے تعلق نہیں رکھتی۔ اس طرح آپ کی زندگی کے تمام پہلو مکمل ہیں۔ زیادہ تر کی زندگیاں تو قیاس و افسانہ کی دھندلکوں میں گم ہو گئی ہیں لیکن پیغمبر اسلام کی سیرت تاریخی نقطہ سے اس درجہ روشن ہے کہ اس کی تابندگی میں مسلمانوں کے اس دعویٰ کا کوئی حرف نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے اپنے نبی کے ہاتھ ایک صرف دس سال کے مختصر عرصہ میں ایک مکمل شکل، شخصیت، اور قطع، رفتار، گفتار، اعمال، عادات و اطوار، طرز زندگی اور طریق معاشرت کی ایک ایسی بات محفوظ ہو گئی اور دوسری طرف صحت کا یہ انتظام کیا کہ کسی آسمانی

سنہ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۷ ۲

کتاب کے لئے کبھی نہ ہو سکا۔

پیدائش سے لے کر وفات تک آنحضرت صلعم کی کل زندگی آپ کے شمائل اور اخلاق کی مکمل تفصیل کے ساتھ سیرت و تواریخ کی مستند کتابوں میں محفوظ ہے جن کے ذریعہ آپ کی ذات و صفات کا اس سے کہیں زیادہ علم حاصل کیا جا سکتا ہے جتنا کہ ہمارے بہترین اور دوستوں کے متعلق ہوتا ہے۔ خواجہ کمال الدین نے بڑی [illegible] سے کام لیا ہے [illegible] کے لئے نہ تو ہمارے پاس کافی مواد ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ ہم نہ تو [illegible] کے لئے کوئی نئی بات پیش کر رہے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ ہم تو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ [illegible] کے ساتھ [illegible] کے لئے [illegible] کے لئے [illegible] کے لئے

[illegible] کی زندگی کے [illegible] ایک جزو کے چند اجزا ہم جانتے ہیں۔ ان کی زندگی کے تین برس کے [illegible] جنہوں نے آخری تین برسوں کے لیے راستہ ہموار کیا ہم کو [illegible] مگر ان کی کہانی انتہائی روشن ہے۔

یہاں اسرار اور پیچیدگیاں نہیں۔ تاریکی ہے، ہم سے دور ہے، ان کی زندگی کے [illegible] جیسے کہ اپنے کسی قریب العہد شخص سے ان کی ذاتی زندگی کے [illegible] ان کے خیالات اور [illegible] نہ تو فضول ہے نہ سنی سنائی بات۔ اور نہ ان کی بہت کے بعد کا ان کا نقش ہمارے کسی مفاد یا مشرب و خیال کی تشریح و تردید کے لیے ہے۔ ہمارے پاس ان کے معتبر دوستوں کا تعلق کی بڑائی کا [illegible] ہے اور [illegible] دونوں کے [illegible] قدیمی کتابیں ہیں جن کی سچائی کے متعلق [illegible] ظاہر کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں ہو سکتا ہے۔

[illegible] مصنف ایک [illegible] کہتا ہے کہ:

[illegible] کے سوائے [illegible] زیادہ [illegible] ان کی [illegible] ہے۔ [illegible] ان کی [illegible] ہیں۔ [illegible] ان کی [illegible] ہیں۔ [illegible] ان کی [illegible] ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بہ یار دوست بہ کار۔ کا مصداق بن گئے۔ نماز کی نصیحت فرمائی تو انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ آج تک کسی نمازی کو اسکے قریب بھی پہنچنے کی توفیق نہ ہو سکی۔ ہماری ساری راتیں ناچ رنگ پر ہی گذر جاتی تھیں اور کبھی کبھی پانچوں وقت کی نماز ادا کرتے تھے۔ روزوں کی فرضیت کا اعلان کیا تو انہوں نے ماہ رمضان کے تیس یا انتیس روزے فرض جانے کی بجائے یہ خیال کر لیا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ روزہ رکھنے پر آتے تو مہینہ بھر کا کھانا ہی نہ کرتے۔ زکوٰۃ و خیرات کا حکم دیا تو خود ایسے کشادہ دست ہو گئے کہ بیوی بچوں کی راہ میں خرچ کر دیا۔ یہی شان زہد و قناعت، توکل و اتباع، صبر و شکر، ذکر و فکر، برد باری، عفو و درگذر وغیرہ کے بابوں میں تھی۔

کائنات کی رہنمائی کا آخری معیار رہنما کی کمیت اثر سے ہے۔ جس کی وہ خبر نصیب ہوتے ہی جوق در جوق انسانوں کی قطاریں لپٹ دیتی ہے وہ صلاحیت کبیر ہے جو زمروں کی صلاحیتیں اس طرح ایک کر دیتی ہے کہ وہ خود تیران رہ جاتے ہیں اور ایک اتحاد جذبی انقلاب کا سامان تیار کرتی ہے خود ہی اس کی حفاظت کرتی ہے اور پھر خود ہی زمانہ کو موڑ کر اس کی طرف لے جاتی ہے۔

گلیلیو اور جیرداموں کی ایک جاہل دنیا شناسی تو ہو جاتی ہے لیکن غلط کی تمیز سے تقریباً آشنا تھی، جو زمانہ جنگیوں کے زمانہ کی سلسلہ میں اس طرح جکڑی تھی کہ قومی فلاح و بہبود کا تصور اس کے ذہن سے بھی نہیں گزر پاتا تھا۔ ایک ایک پرزہ کامل، ایک ہستی جامع کے نشو سے یکایک ذہنی و دنیوی ترقی کی بلندترین صدگاہوں کو زینت بخشنے لگتی ہے۔ دراسکے خشک ریگستانی خطے سے نہ ہدایت سعادت و قوت کے وہ سرچشمے پھوٹتے ہیں کہ اس وقت کی دریافت شدہ دنیا کے

تینوں بہ ظلم ن سے بیزار ہونے لگتے ہیں۔

ان کے مسخ شدہ ذہنوں میں ایسا شاندار انقلاب آیا کہ یہ بیان سے باہر ہے۔ نکالا کردہ ایک ایسے واضح اور عمیق عقیدہ تک پہنچ گئے جو ان کے سارے خیالات کو ہمیشہ کے لئے بدل دیا۔ اب وہ ہمہ وقت خدا کی بے پناہ قوت کو محسوس کرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ چھوٹے سے چھوٹے معاملات میں بھی اس کی کارسازی پر نظر رکھتے تھے اور اپنی ہر زندگی کو عنایت ربانی کا ایک خاص عطیہ سمجھتے تھے۔ (ولیم میور ۔ LIFE OF MOHAMMAD) ان کے نزدیک ہر لمحہ زندگی کے عمدہ تحفہ تھا۔ ان کی نظر میں ہر سانس خدا کی نعمتوں کے شکر کا موقع تھا۔

اگر کبھی مصیبت بھی نازل ہوتی اور ان سے کوئی عزیز جدا ہو جاتا تو اگر یہ ایسا وقت ہوتا کہ کوئی آفت کے دن نہ ہوتی تو گناہ کی بدلن کو پسند نہیں کرتے تھے اور وہ خدا کے فیصلہ کے سامنے اپنا سر خم کر دیتے اور سخت سے سخت مزاج کے لئے اپنا دل پیش کر دیتے تھے۔ لیکن نہ کبھی ایسا ہوا اور آخر تک ہمارے کسی بھائی نے ایسے معاملہ میں ایسے عجیب و غریب خیالات پیش کئے ہیں جن کی تائید کہیں نہیں کی جا سکتی۔ ہم یہاں صرف دو واقعات نقل کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک عزیز کا لڑکا آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ لڑکا بیمار ہو گیا۔ میں نے کام تمام ہو گیا۔ میں نے اس کی تیمارداری کی۔ آپ نے اس کی عیادت کی۔ میں نے کام تمام ہو گیا۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ میں نے اس کی قبر کھودی۔ آپ نے اس کو قبر میں اتارا۔ میں نے اس کی قبر پر مٹی ڈالی۔ آپ نے اس کی قبر پر مٹی ڈالی۔ میں نے اس کی قبر پر پانی چھڑکا۔ آپ نے اس کی قبر پر پانی چھڑکا۔ میں نے اس کی قبر پر پھول چڑھائے۔ آپ نے اس کی قبر پر پھول چڑھائے۔ میں نے اس کی قبر پر دعا کی۔ آپ نے اس کی قبر پر دعا کی۔ میں نے اس کی قبر پر آنسو بہائے۔ آپ نے اس کی قبر پر آنسو بہائے۔ میں نے اس کی قبر پر سر رکھا۔ آپ نے اس کی قبر پر سر رکھا۔ میں نے اس کی قبر پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے اس کی قبر پر ہاتھ رکھا۔ میں نے اس کی قبر پر پاؤں رکھا۔ آپ نے اس کی قبر پر پاؤں رکھا۔ میں نے اس کی قبر پر سر رکھا۔ آپ نے اس کی قبر پر سر رکھا۔ میں نے اس کی قبر پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے اس کی قبر پر ہاتھ رکھا۔ میں نے اس کی قبر پر پاؤں رکھا۔ آپ نے اس کی قبر پر پاؤں رکھا۔

(LIFE OF MOHAMMAD)

عقلیت و حقیقت پسندی اور مقاصدانہ دنیاداری کی طرف پھیر دیا۔ اسی نے محسوس اور نہ
مانگنے والی دنیا میں عقلی معجزے سمجھنے اور ان کی دیدار صداقت مانگنے کا مذاق پیدا کیا۔ اسی
نے غرق عادت خدائی کے آثار ڈھونڈھنے والوں کی آنکھیں کھولیں اور آثار فطرت میں خدا
کی نشانیاں دیکھنے کا شوق پیدا کیا۔ اسی نے عقل اور حس اور وجدان کے امتیازی حدود انسان
کو بتائے، مادیت اور روحانیت میں مناسبت پیدا کی، دین و علم و عقل میں توازن
سے دین کا رابطہ پیدا کیا۔ مذہب کی طاقت سے سائنس کی ترقی کے
لئے صحیح مذہبیت پیدا کی۔[1]"

جامعیت اور کاملیت اور ہمیشہ زندہ رہنے والی صفت ہوں تو اس کا پیغام
ختم ہے بقول علامہ سید سلیمان ندوی "جس طرح اسلام کی کتاب تمام دنیا
کی ہدایت کے لئے ہے اسی طرح اس کا رسول رحمۃ للعالمین (تمام دنیا کے لئے رحمت) ہے
اور اس کا پیغام تمام دنیا کے لئے پیغام ہے۔[2]"

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ — برکت والا ہے وہ اللہ جس نے اپنے
عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ — بندہ پر فیصلہ کن کتاب اتاری تاکہ
نَذِيْرًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ — تمام دنیا کے لئے ڈر سنانے والا ہو جو
وَالْاَرْضِ (فرقان) — آسمان و زمین کی سلطنت کا مالک ہے۔

یہ ہے کائنات کی سب سے بڑی ضرورت اور یہی ہے سرور کائنات!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
صَلٰوةً وَّسَلَامًا دَائِمًا اَبَدًا

---

[1] نبوت محمدی اور عقلی ثبوت ص ۱۲ [2] خطبات مدراس ص ۱۰

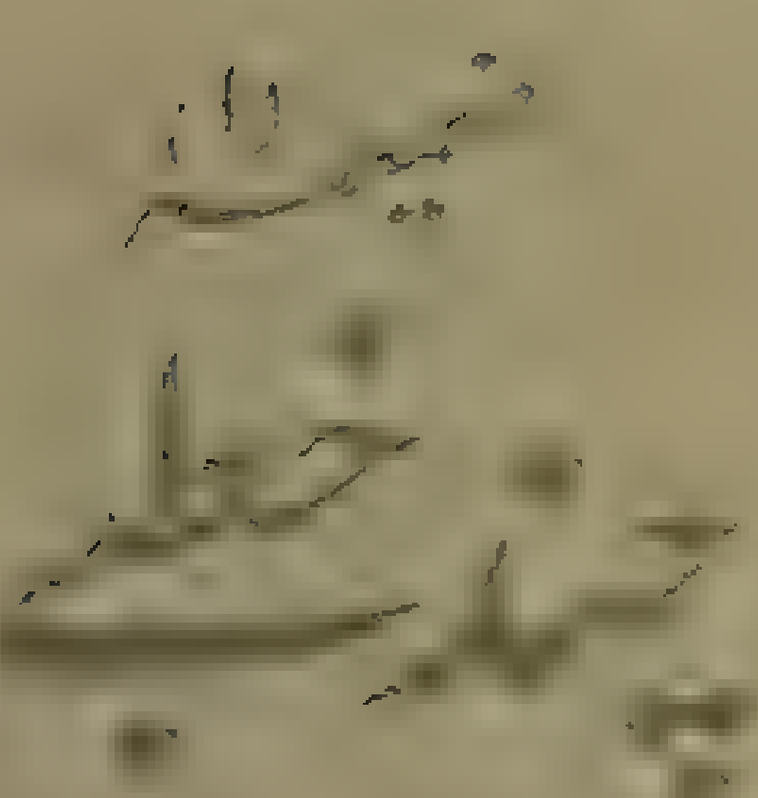

سوال یہ ہے کہ اندازہ کیا ہے۔

کثر خلیہ کے وقت آپ پر والہانہ کیفیت طاری ہو جاتی آں حضرت عبداللہ
بن عمر نے اس کی تشریح یوں بیان کی ہے۔ "آنحضرت صلعم کو خلیہ دیتے
نہ دیکھ سکے کہ خدا نہ خدا جب چاہتا زمین و آسمان اپنے ہاتھ میں لے لیتا۔
یہ بیان کرتے کرتے آپ مٹھی بند کر لیتے تھے اور پھر کھول دیتے تھے .....
جب تک کسی کو ہاتھ اور کہنی دیکھ آتا ہے یہاں تک کہ میں نے منبر کو دیکھا کہ
اس قدر ہلتا تھا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ کے لیے گر نہ پڑے۔

خلیہ میں سادگی کے ساتھ تاثیر بھی بہت ہوتی تھی۔ مکہ میں ایک بار آپ نے
سورۂ والنجم کی آیتیں تلاوت کر کے سنائیں تو یہ اثر تھا کہ مسلمان بہت سے
کفار بھی سجدہ میں گر پڑے۔

ایک دفعہ ایک نو مسلم قبیلہ حاضر خدمت کر کے مدینہ آیا۔ اس کا استقبال

"نوگیں، قیامت میں تم سے میری بابت کبھی دریافت کیے جانے پر، فرمائیے بتاؤ کہ کیا
جواب دو گے؟"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

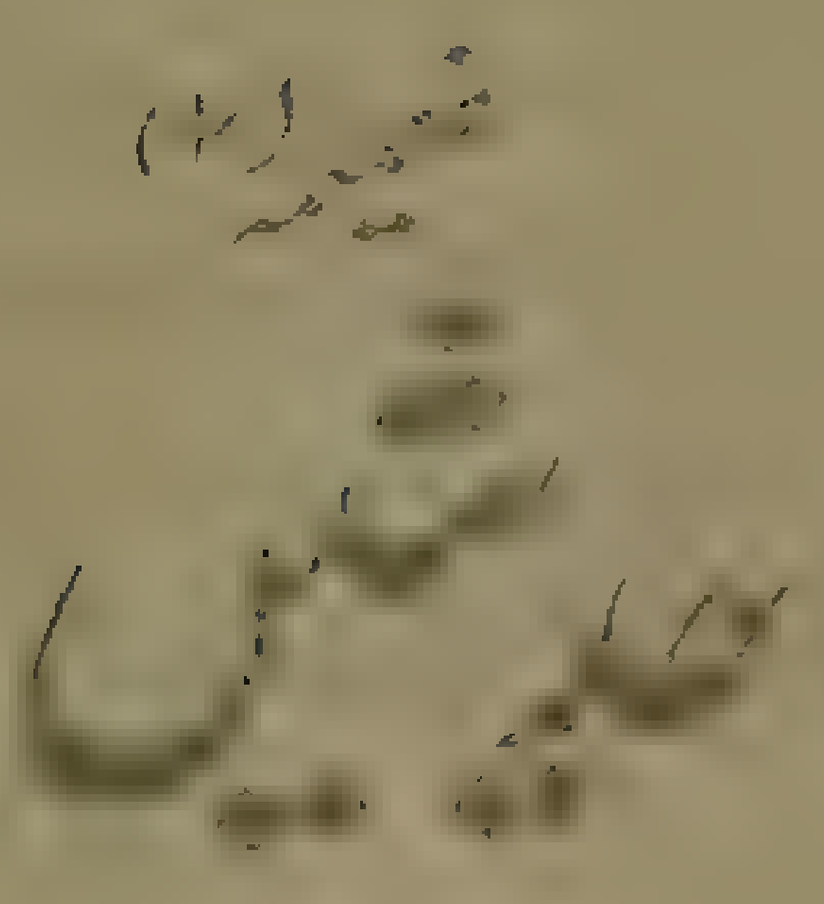

(۱۳) جس کی نماز اس کو بری اور برائی سے نہ روکے وہ اسے خدا سے دور کرتی ہے۔

(۱۴) روزہ رکھ کر جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہ چھوڑے تو خدا کو اس کی کچھ حاجت

نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔

(۱۵) کسی بندہ کو صبر سے زیادہ وسیع کوئی چیز نہیں ملی۔

(۱۶) ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے۔

(۱۷) جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ بولنا گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم

پر ڈال دیتا ہے۔

(۱۸) یہ بڑی بہت بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات بیان کرے

وہ تجھ کو سچا سمجھ کر اس پر اعتماد کرے اور تو اسے جھوٹی بات بیان کرے۔

(۱۹) جس میں حیا نہ ہو اس میں خیر نہیں ہوتی۔

نہیں ہوتی۔

(۲۰) تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں گی اللہ اس کو اپنے

(۲۱) اپنے اخلاق کو اچھا کرو۔

(۲۲) تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔

(۲۳) جو لوگ کہ اپنے اخلاق کو اچھا بناتے ہیں۔

(۲۴) جنت حسن اخلاق سے ملتی ہے۔

(۶۲) دنیا میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم کوئی گناہ نہ کرو۔

(۶۳) اپنے درمیان سلام کو رواج دو اور اسے عام کرو۔

(۶۴) نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو

اس کے دو معنوں میں سے تم کون سا معنی پسند کرتے ہو۔

(۶۵) دنیا آخرت کا بیج ہے

(۶۶) دولت ایک ایسا خزانہ ہے جسے ہمیشہ

بہترین مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے

ایسی ہے کہ کھاتا جائے اور سیر نہ ہو۔

(۶۹) یاد رکھو! ایسا ہو سکتا ہے کہ تم

ہے اور جس میں ان پانچ میں سے کوئی ایک خصلت ہو اس کے لیے یہ

ہے کہ اس میں منافق کی ایک خصلت ہے اور وہ اس وقت تک

ہمیشہ کے لیے نہ چھوڑ دے۔ وہ پانچ خصلتیں یہ ہیں

کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات

کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف کرے، جب

جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔

(۷۰) جو شخص تم پر حملہ کرے یا تمہارے ساتھ

رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ سے اس کی مدد کرو۔ اگر ہاتھ سے

کرنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل میں اسے

یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

تمہید ثانی

فرقانیہ

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

تیری ہی ہستی ساری سچائیاں ہیں

وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتٰى وَأَنَّهُ

تیرے ہی ہاتھ میں ہیں ہر چیز کے

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

مرجع تو ہی ہے۔ اے تمام عالمین

وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا

کے پالنہار ہمارے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تمام نبیوں کی بات

وَأَنَّكَ تَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ

سچے پائی ہے۔

(۱) اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ

اے پروردگار آسمانوں کے اور

الْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ

زمین کے اور ہر چیز کے اور مالک اس کے

أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے

إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ

تیرا کوئی شریک نہیں

لَكَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ

اور محمد تیرا بندہ اور رسول ہے

وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ

اور عیسیٰ تیرا بندہ اور رسول ہے

وَكَلِمَتُكَ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ

اور تیرا کلمہ ہے جو تو نے مریم

وَرُوحٌ مِنْكَ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ

پر ڈالا اور تیری طرف سے روح ہے

وَالنَّارَ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

اور بہشت سچ ہے اور دوزخ سچ ہے

لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّكَ تَبْعَثُ مَنْ

اور قیامت آنے والی ہے

فِي الْقُبُورِ

اس میں کچھ شک نہیں اور تو

اٹھائے گا قبروں میں سے

(۲) اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ

(۲) اے اللہ تیرا ہی میں فرمانبردار ہوا

آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ

اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا

أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ

اور تیری طرف رجوع کی اور تیرے

حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ

ہی واسطے سے جھگڑا کیا اور تجھ

وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا

ہی سے فیصلہ چاہا پس بخش دے

أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي

مجھ کو جو کچھ میں نے آگے بھیجا

أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ

اور جو پیچھے چھوڑا اور جو چھپ کر

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ لَا إِلٰهَ

کیا اور جو ظاہر کیا اور جو کچھ

غَيْرُكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا

تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اس کو

بِاللّٰهِ

تو ہی آگے کرتا ہے اور تو ہی

پیچھے کرتا ہے

تیرے سوا کوئی معبود نہیں

اور نہ کوئی طاقت اور نہ

قوت مگر اللہ سے

تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ

میں اللہ کا نی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود و نہیں۔ اس پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عرش عظیم کا رب ہے

(۳) اَللّٰهُمَّ مَا أَمْسَىٰ بِي مِنْ نِعْمَةٍ

اَمْنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ

شَرِبْتُ أَنْتَ وَجْهَ بَيْتِ

وَبِكَ حَاكَتْ فَاغْزِرْ

مَا ذَرَّتْ وَمَا أَبْرَتْ

وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا عَلَنْتُ

وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ

بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ

وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ

أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

إِلَّا بِاللّٰهِ۔

جب صبح کرنے کا وقت جب اللہ کی مدد کے کسی کو نہیں۔

(۴) اَللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْتُ

وَبِكَ أَمْسَيْتُ قَلْبَ

(۷) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ نَعِیْمًا
لَّا یَنْفَدُ وَقُرَّةَ عَیْنٍ لَّا تَنْقَطِعُ
وَاَسْئَلُكَ الرِّضَا بِالْقَضَاءِ
وَبَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

(۸) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ لَذَّةَ
وَالنَّظَرِ اِلٰی وَجْهِكَ
لِقَآئِكَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّآءَ مُضِرَّةٍ
وَلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ
اَللّٰهُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ
وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِیْنَ
اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِیْنَ
یُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَیَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَیْهِمْ
رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ
اِلٰهَ الْحَقِّ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فَوَاتِحَ
الْخَیْرِ وَخَوَاتِمَهُ
فَنَسْئَلُكَ اَنْ تَغْفِرَ لَنَا
جَمِیْعًا مَا عَلِمْنَا مِنْهُ
وَمَا لَمْ نَعْلَمْ
وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا
مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ
وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ
وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ
وَنَسْئَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَآءٍ
قَضَیْتَهٗ لَنَا خَیْرًا
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ خَیْرَ
مَا سَئَلَكَ مِنْهُ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ
وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
اسْتَعَاذَ مِنْهُ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ
مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ
مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
اسْتَعَاذَ مِنْهُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ
وَعَلَیْكَ الْبَلَاغُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ
اَنْ تَجْعَلَ فِیْ قُلُوْبِنَا نُوْرًا
وَفِیْ قُبُوْرِنَا نُوْرًا
وَفِیْ سَمْعِنَا نُوْرًا
وَفِیْ بَصَرِنَا نُوْرًا
وَفَوْقَنَا نُوْرًا
وَتَحْتَنَا نُوْرًا
وَعَنْ یَّمِیْنِنَا نُوْرًا
وَعَنْ شِمَالِنَا نُوْرًا
وَمِنْ بَیْنِ اَیْدِیْنَا نُوْرًا
وَمِنْ خَلْفِنَا نُوْرًا
وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا
اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا
وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ
دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ
وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ
وَعَلَانِیَتَهٗ وَسِرَّهٗ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ
مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ
نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَاَسْئَلُكَ مَا قَضَیْتَ لِیْ مِنْ اَمْرٍ
اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَهٗ رُشْدًا
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا
وَعَلٰی لِسَانِیْ نُوْرًا
وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا
وَاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا
وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا
وَمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا
وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا
وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا
اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا
وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا
فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا
فِیْ عِظَامِیْ
اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ نُوْرًا
وَهَبْ لِیْ نُوْرًا
وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا
وَاَكْرِمْنِیْ نُوْرًا
اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا
وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا
وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا
وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا
وَفِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا
وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا
وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا
اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا
وَاجْعَلْ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا
وَفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا
وَفِیْ دَمِیْ نُوْرًا
وَفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا
وَفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا
فِیْ نَفْسِیْ وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا
وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا
وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا

لَكُمْ أَنْتَ رَابِيَةٌ وَشِدْتَ

مَوَاثِرَ سَبِيلٍ۔

شَبِيكٌ سَتَهْ بِنْدٍ۔

(۱) سَتَهْ اَجْتَبِنِي خَشْنَكَانِي

اَرَكَ اَبَهْ سَتَهْ سَتَهْ

وَسِيلَانِي بِتَوْنَ وَرَشْتِنِ

بِتَقْيِيتِكَ

سَتَهْ اَرْشَانِي شَبِيهِ سَتَهْ

(۲۱) سَتَهْ خَشْبَانِ غَيْبٍ

وَشَهَادَةِ تَرْسَمِ خَشْنِ

فِي لَرْشَاوَ لَغَضَبٍ۔

(۲۲) سَتَهْ اَرْشَانِي شَبِيهِ سَتَهْ

سَتَهْ خَشْبَانِ سَتَهْ بِنْدٍ

سَتَهْ خَشْبَانِ قَبْلَ اَنْ تَكُونَ

سَتَهْ وَجُودٍ وَاَنْتَ سَتَهْ

(۲۳) سَتَهْ اَنْتَ سَتَهْ

وَسَتَهْ اَنَا۔

سَتَهْ وَجُودٍ وَاَنْتَ سَتَهْ

وَزَيَّنْتَهُ فِي قُلُوبِنَا وَكَرَّهْتَ إِلَيْنَا — محبوب بنا دیا ہے دلوں میں ہمارے

الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ — کفر و فسق و نافرمانی کو

وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ — ہمارے اندر

نَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ — نفرت کر دی ہے ہم کو رشد

وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِينَ غَيْرَ — ہدایت یافتوں میں شامل کر دے

خَزَايَا وَلَا مَفْتُونِينَ۔ — ہمیں اسلام پر موت دے اور صالحین کے ساتھ

ہمیں رسوا نہ کر اور نہ ہم کو فتنوں میں پڑنے دے۔

(۲۴) اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ — اے میرے اللہ میں تجھ سے

وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ — تیرے محبوب بننے کی

كُلِّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلَى حُبِّكَ۔ — اور ہر اس عمل کی

تیری محبت کا طلب کرتا ہوں جو تیری محبت دے

(۲۵) اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِي مِمَّا أُحِبُّ — اے اللہ جو چیز تو نے مجھے

فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِي فِيمَا تُحِبُّ — عبادت کی محبت کی ہے اس

فَرَاغًا لِي فِيمَا تُحِبُّ

(۲۶) اَللّٰهُمَّ وَمَا زَوَيْتَ عَنِّي مِمَّا — اے اللہ جو چیز تو نے مجھ سے

أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِي فِيمَا — روک لی ہے اس کو

تُحِبُّ۔ — تیری عبادت کی

(۲۷) اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ — اے اللہ میں تجھ سے تیرا خوف

فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَكَلِمَةَ — مانگتا ہوں غیب میں اور

الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ — حاضر میں اور حق بات کہنے کی

وَالْقَصْدَ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ۔ — رضا اور غصہ میں اور

میانہ روی کی مالداری اور فقر میں

(۲۷) اَسْئَلُكَ وَفْقَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى
مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ
وَالْمَشِيَّةِ وَالْهُدٰى اِنَّكَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

(۲۸) اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ
نَبِيُّكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِمَّا
اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ

(۳۱) اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ
نَبِيُّكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ

(۳۲) اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا
اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

(۳۳) ۔۔۔ سے اللہ قیامت کے دن میرے جانب

۔۔۔

(۳۴) ۔۔۔ آسانی سے ہے۔

(۳۵) ۔۔۔ اللہ تعالیٰ مخلوق

۔۔۔

(۳۶) ۔۔۔ قریب خوش ہیں

(۳۷) ۔۔۔ سے بات کرتے ہیں

(۳۸) ۔۔۔

(۳۹) ۔۔۔

(۴۰) ۔۔۔

(۴۱) ۔۔۔

(۴۲) ۔۔۔

(۴۳) ۔۔۔

(۴۴) ۔۔۔

(۴۵) ۔۔۔

(۴۶) ۔۔۔

(۴۷) ۔۔۔

(۴۸) ۔۔۔

(۴۹) ۔۔۔ زینت دیا گیا۔

(۵۰) ۔۔۔ سے ڈرانے والے

(۵۱) ۔۔۔

صحبتے با اہل دلے

حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالی کے وہ مجلسی ارشادات و
ملفوظات جن میں عصر حاضر کے ذوق و مزاج کے مطابق رفتگیوں کی اصلاح
کا پیغام اور ایمان و یقین پیدا کرنے کا وافر سامان موجود ہے ——

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مجلس نشریات اسلام
۱۷ کے ۲ نارتھ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۵

مغربی زندگی سے اُس طوفان کی

مغربی زندگی کے اُس طوفان کی
تصویر جس سے گذر کر محمد اسد قلبی اور
روحانی سکون کے ساحل تک پہنچے
اور ایمان سے بہرہ یاب ہوئے

از

محمد اسد (سابق لیوپولڈ ویس)

پیش لفظ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ترجمہ: محمد الحسنی ندوی
مدیر البعث الاسلامی

مجلس نشریات اسلام ۱۔کے ۳۔ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

مفکرِ اسلام مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کی

چند اہم شاہکار تصنیفات

- انسانی دُنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر — صفحات ۴۸۰ — قیمت ۱۲/۰ روپے
- مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش — صفحات ۲۳۰ — قیمت ۷ روپے
- منصبِ نبوت اور اسکے عالی مقام حاملین — صفحات ۲۹۲ — قیمت ۸/۰ روپے
- تاریخ دعوت و عزیمت حصہ اول، دوم، سوم — کل صفحات ۱۳۹۶ — قیمت مکمل سیٹ ۴۰ روپے
- دریائے کابل سے دریائے یرموک تک — صفحات ۳۰۰ — قیمت ۸/۰ روپے
- پُرانے چراغ — صفحات ۴۶۴ — قیمت ۱۲/۰ روپے
- نقوشِ اقبال — صفحات ۲۹۴ — قیمت ۷/۰ روپے
- ارکانِ اربعہ — صفحات ۲۸۴ — قیمت ۷/۰ روپے
- کاروانِ مدینہ — صفحات ۲۶۰ — قیمت ۷/۰ روپے
- قادیانیت — صفحات ۲۰۰ — قیمت ۵/۱۲ روپے
- جب ایمان کی بہار آئی — صفحات ۲۸۰ — قیمت ۸/۰ روپے
- صحبتے با اہلِ دِل — قیمت ۲۰ روپے

ناشر: فضلِ ربّی ندوی — فون 611817

مجلس نشریاتِ اسلام — باغبان آباد سوسائٹی ۱/۱۲/۳ ناظم آباد ۱ — کراچی ۱۸